ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

اپریل ۲۰۱۰ء

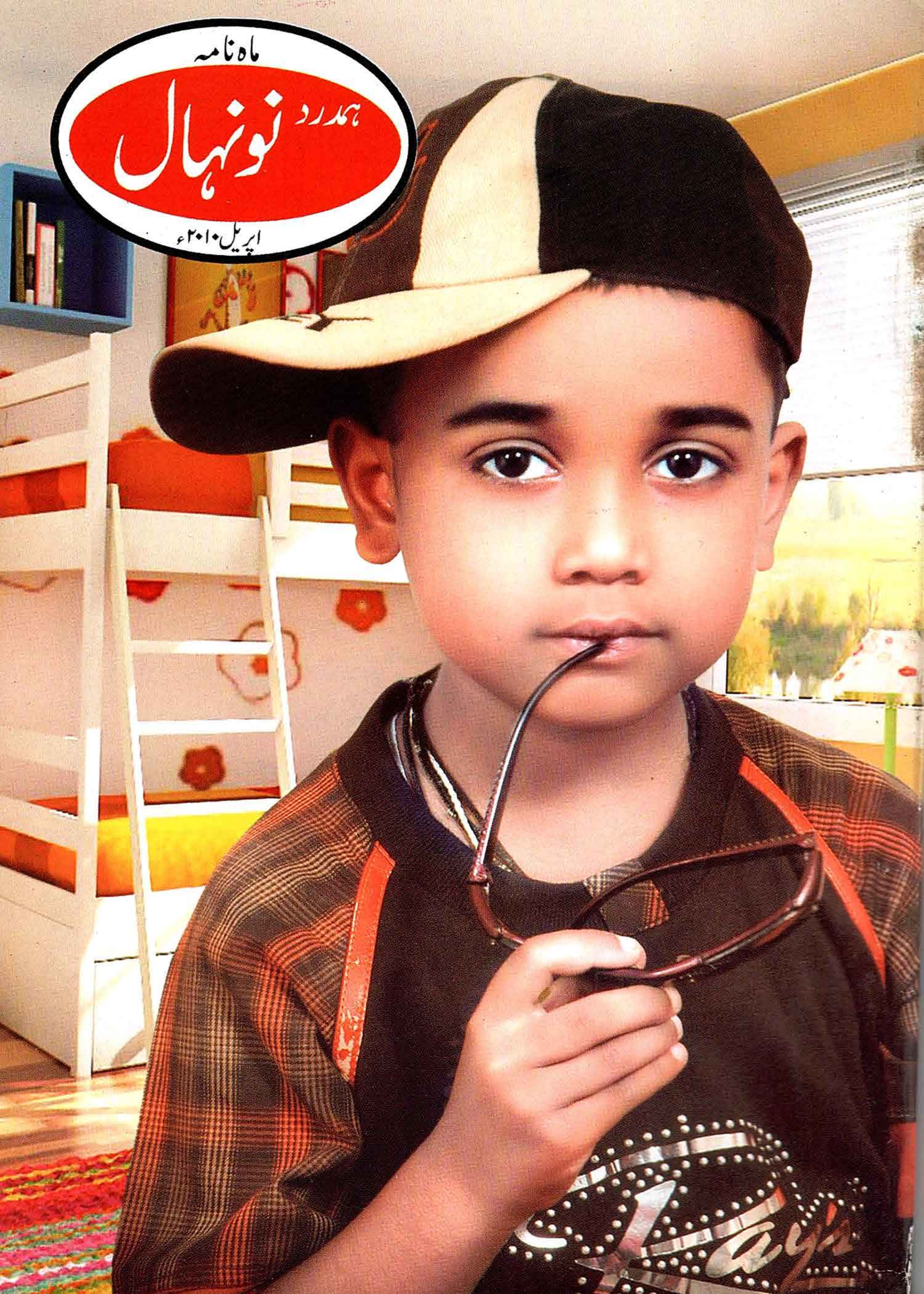

A touch of garlic
like never before!
Young's
FRENCH
Mayo
Garlic
مایو ثوم
صرف =/10 روپے میں
30ml
For one time use only.
Young's
FRENCH
Mayo
Garlic
مایو ثوم
200ml
٢٠٠ مل
پیش ہے آپ کا پسندیدہ ینگز مایونیز اب Garlic کے ذائقے میں۔
بار۔بی۔کیو، پراٹھارول اور تمام فرائیڈ کھانوں کے ساتھ...
لگاتے جائیں...
اور کھاتے جائیں
Young's
SPREAD HEALTH. SPREAD LIFE.

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

اشاعت کا ۵۸ واں سال

ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

شمارہ ۴ — جلد ۵۸

اپریل ۲۰۱۰ عیسوی — ربیع الثانی ۱۴۳۱ ہجری

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

قیمت عام شمارہ ۲۵ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے) ۳۸۰ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے) ۲۶۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر) ۲۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے) ۴۰ امریکی ڈالر

ٹیلے فون — 36620945 سے 36620949

ایکسٹینشن — (054 یا 055 یا 066)

ٹیلے فیکس نمبر — (92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر | سید معاذ علی ناصر، ملیر ہالٹ

ISSN 02 59-3734

ہمدرد نونہال، اپریل ۲۰۱۰ عیسوی

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

جاگو جگاؤ	۴	شہید حکیم محمد سعید
پہلی بات	۵	مسعود احمد برکاتی
روشن خیالات	۶	ننھے گل چیں
جنتر منتر (نظم)	۷	سرشار صدیقی
بوجھ کا تحفہ	۱۱	اشتیاق احمد

میں تمھاری زبان ہوں
شہید حکیم محمد سعید
زبان اور اس کی اہمیت کے بارے میں چٹخارے دار معلومات
۴۱

نونہالوں کے نام
مسعود احمد برکاتی
اکثر نونہال جس چیز سے بہت ڈرتے ہیں، وہ کیا ہے؟
۸

نصیب اپنا بناؤ بچو (نظم)	۲۷	محمد امتیاز عارف
میرے استاد، میرے محسن	۲۹	ڈاکٹر رؤف پاریکھ
معلومات اقبال	۳۴	سعید عبدالخالق بھٹہ
آج (نظم)	۳۷	عباس العزم
مذاق کا پچھتاوا	۳۸	نیر شفقت

جو بویا تھا
وقار محسن
اب تمھیں گھر سے کون نکالے گا؟
۱۶

مسکراتی لکیریں	۴۳	ادارہ
جھیلیں کیسے بنتی ہیں	۴۴	ادارہ
کاش (نظم)	۵۲	قیصر شمیم (کولکاتا)
علم دریچے	۵۳	نکتہ داں نونہال
بوجھو تو ہم جانیں (نظم)	۶۴	فراغ روہوی (کولکاتا)

ہمدرد نونہال اسمبلی	۶۵	سید علی بخاری - حیات محمد بھٹی
اسپین - ایک حسین ملک	۶۹	حبیب خان
نہار یچھ	۷۱	پروفیسر مشتاق اعظمی (بھارت)
بیت بازی	۷۵	خوش ذوق نونہال
معلومات افزا - ۱۷۲	۷۶	سلیم فرخی

بلاعنوان انعامی کہانی
حسن ذکی کاظمی
اس خوب صورت کہانی کا اچھا سا عنوان بھیج کر کتاب کا تحفہ لیجیے۔
۷۵

نونہال ادیب	۷۹	ننھے لکھنے والے
اب آپ بھی اسپائیڈر مین بن سکتے ہیں	۸۹	ادارہ
نونہال مصور	۹۰	ننھے آرٹسٹ
تصویر خانہ	۹۱	ادارہ
اتحاد کی برکت	۹۲	سید ظہران جلیس
ڈاکٹر عبدالسلام	۱۰۱	امتیاز علی ناز

موت تھیلے کے اندر
معراج
موت کو قید کرنے والے انسان کی مزے دار جادوئی کہانی
۲۱

آیئے مصوری سیکھیں	۱۰۳	غزالہ امام
ہنسی گھر	۱۰۴	ننھے مزاح نگار
آدھی ملاقات	۱۰۷	نونہال پڑھنے والے
انعامات بلاعنوان انعامی کہانی	۱۱۲	ادارہ
جوابات معلومات افزا - ۱۷۰	۱۱۶	ادارہ
نونہال لغت	۱۲۰	ادارہ

حکیم کبوتر والے
م۔ ندیم علیگ
حکیم صاحب ساری بستی میں کنجوس مشہور تھے۔ حقیقت کیا تھی؟
۴۵

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد

شہید حکیم محمد سعید

کی یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

تم کوئی ایسی بات کہو، جو حقیقت یا واقعہ نہ ہو تو اسے جھوٹ کہا جائے گا، لیکن جھوٹ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جھوٹ سے بھی بڑھ کر بُری عادت غیر ذمے داری کی ہوتی ہے۔ ذمے دار آدمی خود بھی جھوٹ نہیں بولتا اور جھوٹ پر یقین بھی نہیں کرتا۔ تمھارا کوئی ملنے والا تم سے کسی کی تعریف کرے یا کوئی اچھی خبر سنائے اور تم اس کو صحیح مان لو تو اس میں اتنا ہرج نہیں ہے، لیکن وہ کسی پر عیب لگائے یا کوئی بُری بات بتائے تو جب تک اس کی خوب تحقیق اور تصدیق نہ کرلو، اس کو تسلیم نہ کرو۔ بہت سی باتیں بڑی آسانی سے اور ذرا سا غور کرنے سے غلط ثابت ہو سکتی ہیں۔

سب سے پہلا سوال تو یہ کرنا چاہیے کہ کیا یہ بات یا واقعہ تم نے خود دیکھا یا سنا ہے، اگر نہیں تو کس سے سنا ہے؟ اور جس سے سنا ہے، اس نے کس سے سنا ہے؟ اکثر تو اتنی سی تحقیق اور جرح میں حقیقت سامنے آجاتی ہے اور جھوٹ کھل جاتا ہے، اس لیے شروع ہی سے کسی بات کو سوچ سمجھ کر قبول کرنے کی عادت ڈالو۔ بعض لوگ غیر ذمے داری کی عادت کی وجہ سے اور بعض لوگ شرارت کی بنا پر غلط خبریں اور باتیں پھیلاتے ہیں۔ اسی کو افواہ کہتے ہیں۔ سمجھ دار آدمی افواہوں پر یقین نہیں کرتا، لیکن کم عقل لوگ اس کو صحیح مان کر دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کے متعلق سرورِ عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد کرلو کہ ''انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات بہت ہے کہ وہ سنی ہوئی بات کو آگے بڑھا دے۔''

(ہمدرد نونہال فروری ۱۹۸۷ء سے لیا گیا)

پہلی بات
مسعود احمد برکاتی

اس مہینے کا خیال
صلاحیت اور محنت سے کام لے کر انسان جو چاہے وہ بن سکتا ہے۔

دوستو! وقت کی رفتار تیز ہے۔ ابھی آپ مارچ کا شمارہ پڑھ رہے ہوں گے کہ ہم نے اپریل کا شمارہ تیار کر دیا۔ اب یہ پریس میں چھپائی اور جلد بندی کے مرحلے طے کر کے آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا تو مارچ کا مہینہ ختم ہونے والا ہوگا۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ وقت کی رفتار کا ساتھ دیں اور وقت ختم ہونے سے پہلے اپنا کام پورا کر دیں۔ وقت ایک ایسی دولت ہے، جو ہر دوسری دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ دولت ہاتھوں سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح چھلنی میں سے پانی بہ جاتا ہے۔ ہاں، وقت بچانے کی ایک تدبیر ہے۔ وہ یہ ہے کہ وقت خالی نہ جانے دو، اس کو استعمال کرلو۔ جو وقت انسان استعمال کر لیتا ہے، وہ محفوظ ہو جاتا ہے، جمع ہو جاتا ہے۔ گویا یہ دولت آپ کے ہاتھ سے نہیں گئی۔ میں چاہوں گا کہ نونہال میرے ان خیالات پر اپنے تاثرات لکھیں۔

گرمی نے موسم پر غلبہ حاصل کرلیا ہے۔ اب پنکھوں کی طلب زیادہ ہونے لگی ہے۔ بجلی کا خرچ اور مانگ بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ بجلی کی کمی بھی بہت ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ ہر شخص بجلی کم سے کم خرچ کرنے کی کوشش کرے۔ گھر میں بے ضرورت بجلی استعمال نہ کرے۔ دفتر میں بجلی کے استعمال میں سلیقے سے کام لینا چاہیے، مثلاً درمیان میں جو وقفہ ہوتا ہے، اس میں بجلی بچائی جا سکتی ہے۔ بعض لوگ، بلکہ اکثر لوگ ''واش روم'' میں جاتے وقت بلب روشن کر دیتے ہیں، پھر باہر آ کر بند نہیں کرتے۔ ایک اور عادت عام ہوگئی ہے کہ دن میں کام اور کاروبار دیر سے شروع کرتے ہیں اور رات دیر تک دکانیں کھلی رکھتے ہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ دن کی روشنی سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اگر ہم اسی طرح کفایت اور سادگی سے کام لینے کی عادت ڈالیں تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

علامہ اقبال ہم سے اپریل کے مہینے میں جدا ہوئے تھے۔ ان کو یاد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے کلام کو زیادہ سے زیادہ پڑھیں، ان کے پیغام کو سمجھیں۔

مئی کا مہینہ بیچ میں رہ گیا ہے۔ جون میں ان شاء اللہ خاص نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہوگا اور گرمی کی چھٹیوں میں آپ مزے لے لے کر پڑھ رہے ہوں گے۔ خاص نمبر کے متعلق اپنی تجویزیں لکھیے۔ ہم نے کام شروع کر دیا ہے۔

☆

روشن خیالات

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جو شخص کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرتا ہے، گویا وہ اسے ہلاک کرتا ہے۔

مرسلہ: محمد اسامہ طیب بھٹی، خانیوال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کسی کا عیب تلاش کرنے والے کی مثال اس مکھی جیسی ہے، جو سارا جسم چھوڑ کر صرف زخم پر بیٹھتی ہے۔

مرسلہ: سیدہ رقیہ اسماعیل، یزمان

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

جو توقع تم دوسروں سے رکھتے ہو، پہلے خود اس کی تکمیل کرو۔

مرسلہ: صفیہ وہاب انصاری، کراچی

حضرت بایزید بسطامیؒ

خود کو ایسا ظاہر کرو جیسے تم ہو یا پھر ایسے بن جاؤ، جیسا تم خود کو ظاہر کرتے ہو۔

مرسلہ: محمد شعیب مصطفی، سرگودھا

شیخ سعدیؒ

اگر عبادت نہیں کر سکتے تو گناہ بھی مت کرو۔

مرسلہ: حمزہ ابراہیم، کراچی

شہید حکیم محمد سعید

کام کرنے کا شوق پیدا کرو، کام یابی کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔

مرسلہ: ارمغان الرحمان، لاہور

جبران خلیل جبران

کانٹوں سے ڈرنے والی انگلیاں کبھی بھی پھول کی نرمی کو محسوس نہیں کر سکتیں۔

مرسلہ: عارفہ شیخ عبدالرزاق، نیو کراچی

ایمرسن

انسان کی سب سے بڑی دولت اس کا صحت مند جسم ہے۔

مرسلہ: محمد شاہد کھتری اٹارسی والے، نیو کراچی

جنتر منتر

سرشار صدیقی

میں ہوں ایک مداری ، بچو!
یہ ہے میری پٹاری ، بچو!
کھیل تماشے دکھلاؤں گا
تم سب کے دل بہلاؤں گا

یہ دیکھو ، یہ پہلا کھیل
چھک چھک کرتی کاٹھ کی ریل
آنکھ کا جادو ، بات کا پھیر
چنگھاڑا مٹی کا شیر

اب سب ایک اک آنہ لاؤ
میری ہتھیلی پر دھر جاؤ
کھانا ہے مجھ کو گلقند
یہ دیکھو ، یہ مٹھی بند

اَگڑَم بگڑَم گڑَ بڑَ جھالا
دیکھو کام یہ جادو والا
اَنتر مَنتر جَنتر ...... چُھو
ہا، ہا، ہا، ہا، ہُو، ہُو، ہُو،

بچہ لوگ ، بجاؤ تالی
یہ دیکھو ، یہ مٹھی خالی

نونہالوں کے نام

مسعود احمد برکاتی

میرے عزیز دوستو!

سلام قبول ہو۔

جدائی کی گھڑیاں ختم ہوا چاہتی ہیں۔ ہماری ملاقات ان شاء اللہ جلد ہونے والی ہے۔ اُمید ہے کہ تم بھی میری طرح اس ملاقات کا خوشی اور بے چینی سے انتظار کر رہے ہو گے، مگر یہ میں نے کیا لکھ دیا۔ تم تو میرے آنے کا انتظار نہیں کرتے، بلکہ گھبراتے ہو اور کوشش کرتے ہو کہ میرا آنا ٹل جائے، اس لیے دل چاہتا ہے کہ آج تو میں تم سے صاف صاف دل کی باتیں کر ڈالوں۔

تم نے مجھے کبھی اپنا دوست نہیں سمجھا۔ تم مجھے غیر سمجھتے ہو۔ مجھ سے مل کر خوش نہیں ہوتے۔ میری برائیاں کرتے ہو۔ مجھے مصیبت سمجھتے ہو۔ میرا استقبال نہیں کرتے۔ چاہتے ہو کہ میں نہیں آؤں، اسی لیے تو ایک بار تم نے میرے خلاف ہنگامہ کیا تھا اور کوشش کی تھی کہ میں نہ آؤں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی کسی چیز کو پسند نہیں کرتا تو وہ چاہتا ہے کہ وہ چیز اس کے سامنے نہ آئے، مگر میں تمھیں کیوں پسند نہیں ہوں؟ اس لیے کہ تمھیں میری باتیں پسند نہیں ہیں۔ آؤ، آج میں تم سے اپنا مفصل تعارف کراؤں۔ شاید تم مجھے سمجھ لو اور میرے قریب آ جاؤ۔

میرا نام ''امتحان'' ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ تمھاری مدد کروں۔ تمھارا جو مقصد ہے، اس کو پورا کرؤں۔ تم طالب علم ہو، علم حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کتنی اچھی بات ہے۔ علم حاصل کرنے والا بڑی عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ علم انسان کو صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے۔ تہذیب سکھاتا ہے۔ دنیا کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ انسانوں سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ ان کی خدمت کرنے کا

جذبہ پیدا کرتا ہے۔ برائیوں سے اور غلط راستے پر چلنے سے روکتا ہے۔ محنت کرنے پر راغب کرتا ہے۔ کام کرنے کی عادت ڈالتا ہے۔ اچھے کام کرنے پر مائل کرتا ہے۔ طالب علم محبت اور عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ خود بھی اپنی عزت کرتا ہے اور کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اسے دوسروں کی نظر میں گرادے، اس کی عزت گھٹادے۔ طالب علم کوئی ایسا کام کبھی نہیں کرتا جو ملک اور قوم کے لیے نقصان دہ ہو، اسی لیے تو میں تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میرا کام یہ ہے کہ تم نے جو علم حاصل کیا ہے، اس پر تمھاری تعریف کراؤں۔ تمھاری محنت کی داد دوں۔ میری وجہ سے ہی لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کتنا علم حاصل کیا ہے اور تم عزت کے مستحق ہو اور تمھاری محنت کا صلہ ملنا چاہیے۔

ذرا سوچو کہ امتحان یعنی میں نہ ہوں تو لوگوں کی نظر میں علم والے اور بے علم لوگ برابر ہو جائیں۔ میری وجہ سے ہی دنیا کو پتا چلتا ہے کہ تم نے علم حاصل کرنے میں کتنی کوشش کی ہے اور اس کی قدر کرنی چاہیے۔

دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح طالب علموں میں بھی سب تمھاری طرح علم کے شوقین نہیں ہوتے، بدشوق بھی ہوتے ہیں۔ جب میرے آنے کے دن قریب ہوتے ہیں تو ان کو خیال آتا ہے کہ اب تو ان کی بدشوقی اور بے پروائی کھل جائے گی۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ سب کو معلوم ہو جائے گا کہ انھوں نے وقت ضائع کیا ہے اور پورا سال کھیل اور تفریح میں گزارا ہے۔ بدشوق طلبہ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ جن طالب علموں نے اپنا وقت بے کار نہیں گنوایا، کتابوں سے دوستی رکھی ہے، استاد کی باتیں توجہ سے سنی ہیں، میرے آنے سے ان کو فائدہ ہوگا، ان کی قدر ہوگی، ان کی عزت بڑھے گی، وہ ترقی کریں گے۔ یہ سوچ کر بدشوق طالب علم پریشان ہو جاتے ہیں۔ اپنی پریشانی دور کرنے کے لیے وہ ایک چال چلتے ہیں۔

وہ اچھے طالب علموں کو بہکانا شروع کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک

ہو سکے، امتحان کو ٹالو۔ کوئی نہ کوئی ایسا بہانہ ڈھونڈو کہ یہ بلا کچھ عرصے کے لیے ٹل جائے اور ہمیں تیاری کرنے کا کچھ وقت مل جائے۔ اس طرح وہ کچھ ساتھیوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک ٹولی بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور شور مچاتے ہیں، مگر میں کتنے ہی دن بعد آؤں، ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ان کی عادت خراب ہو چکی ہوتی ہے۔ کتابیں پڑھنا ان کو مصیبت معلوم ہوتا ہے اور وہ کام یاب نہیں ہوتے۔ ہاں، میرے دیر سے آنے سے اچھے طالب علموں کو ضرور نقصان ہوتا ہے۔

جب میں آ ہی جاتا ہوں تو بد شوق اور نکمے طالب علم اچھے اور شریف آدمی کی طرح مجھ سے نہیں ملتے۔ لڑائی جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح میں صحیح فیصلہ نہ کر سکوں اور ان کو اچھے نمبر مل جائیں۔ اول تو اس میں ان کو کام یابی نہیں ہوتی، لیکن اگر ہو بھی جائے تو ان کی خوشی عارضی ہوتی ہے۔ آگے چل کر ان کو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ جو کام ان کو دیا جاتا ہے وہ نہیں کر پاتے۔ اب وہ پچھتاتے ہیں، لیکن وقت گزر جائے تو پچھتانے سے کوئی کام نہیں بنتا۔ وہ ہر کام میں بلکہ زندگی کے ہر میدان میں پھسڈی ہی رہتے ہیں۔

خیر میاں! چھوڑو ان باتوں کو۔ ان باتوں کا تم سے کیا واسطہ۔ میں نے خط کے شروع میں مذاق سے لکھ دیا تھا کہ تم مجھ سے گھبراتے ہو۔ تم تو اچھے طالب علم ہو اور اچھے ہی رہو۔ کسی کے بہکانے میں کبھی نہ آنا۔ میرے آنے سے کبھی نہ گھبرانا۔ میں تمھارا دوست ہوں، علم کا دوست ہوں، کتاب کا دوست ہوں۔ جو طالب علم کتاب سے دوستی رکھتا ہے، میں اس کے حق میں اچھا فیصلہ دیتا ہوں اور اس کو فائدہ پہنچاتا ہوں۔

اچھے طالب علم کی بنا پر تم بھی فائدے ہی میں رہو گے۔ انشاء اللہ!

تمھارا دوست

امتحان

بوجھ کا تحفہ

اشتیاق احمد

شاہ زیب خاں کی کوٹھی کے دروازے پر ایک نوجوان ٹیکسی سے اُترا۔ دروازے پر کھڑے پہرے دار نے اُسے دیکھ کر بُرا سا منھ بنایا۔ ظاہر ہے، ٹیکسی سے اُترنے والا شخص کم حیثیت کا آدمی ہی ہوسکتا تھا، جب کہ یہاں تو بڑی بڑی اور عالی شان کاروں میں لوگ آتے تھے۔

نوجوان نے پہرے دار کو بُرا سا منھ بناتے ہوئے صاف دیکھا تھا، لیکن اس نے پہرے دار کا ذرا بھی اثر نہ لیا اور اس کی طرف قدم اٹھا دیے۔ نزدیک پہنچ کر وہ بولا:

''مجھے شاہ زیب خاں سے ملنا ہے۔ میں ان کا کلاس فیلو ہوں۔ میرا نام بابر حمید ہے۔''

''کلاس فیلو؟'' پہرے دار کے منھ سے سوالیہ انداز میں نکلا۔

''ہاں، کلاس فیلو! میں نے فون پر ان سے بات کی ہے اور انھوں نے مجھے ملاقات کے لیے بلایا ہے۔''

''پتا کرتے ہیں۔'' بے پروائی سے کہا گیا۔ پھر اس نے گیٹ تھوڑا سا کھول کر اندر موجود کسی شخص سے کہا: ''کوئی بابر حمید صاحب آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے، صاحب جی کے کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔''

اندر سے کہا گیا: ''ہاں، صاحب نے ان کا نام لکھوایا ہے، انھیں اندر بھیج دو۔''

''اچھی بات ہے۔'' یہ کہہ کر پہرے دار اس کی طرف مڑا: ''آپ اندر جائیں۔ ملازم آپ کو ان تک پہنچا دے گا۔''

''شکریہ!'' اس نے کہا اور اندر قدم رکھ دیے۔

اندر گیٹ کے دونوں طرف خوب صورت لان تھا۔ گلاب اور موتیے کے پھول اپنی

بہار دکھا رہے تھے۔ گھاس بھی خاص قسم کی لگوائی گئی تھی۔ ٹائیلوں کے فرش پر چلتا ہوا وہ اندرونی حصے میں پہنچا۔ ہر چیز سے دولت مندی ہی دولت مندی ٹپک رہی تھی۔ ملازم اسے ایک کمرے کے دروازے تک لے آیا۔ یہ اس کوٹھی کا ڈرائنگ روم تھا۔ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا:

''آپ اندر بیٹھیں، صاحب ابھی آتے ہیں۔''

''ہوں، ٹھیک ہے۔'' اس نے سر ہلایا اور اندر داخل ہوا۔ اس کے پاؤں نرم قالین میں دھنستے چلے گئے، آخر وہ سوفے پر بیٹھ گیا۔ سوفے میں بھی اس نے خود کو دھنستا محسوس کیا۔ دیواروں پر بہت قیمتی فریم لگے ہوئے تھے۔ ان پر سنہری کام کیا گیا تھا۔

پھر پانچ منٹ کے انتظار کے بعد ڈرائنگ روم کا اندرونی دروازہ کھلا اور شاہ زیب اندر داخل ہوا۔ وہ اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ دونوں نے مصافحہ کیا۔

''کیا حال ہیں بابر! یونی ورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد آج تمھیں دیکھ رہا ہوں۔''

''ہاں شاہ زیب! روزگار کے جھمیلوں نے کہیں آنے جانے کے قابل نہیں چھوڑا۔''

''بیٹھو، اور سناؤ، کیا کر رہے ہو؟''

''بہت ہی مشکل سے والد صاحب کے محکمے میں جگہ ملی ہے۔ وہ بھی والد صاحب کی ملازمت کی وجہ سے، ورنہ وہاں بھی نہ ملتی۔'' اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

''تم کہو تو میں تمھارے لیے کوشش کروں؟''

''نہیں، شکریہ! میں......''

اتنے میں ملازم چائے کی ٹرے اُٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے چائے کے برتن میز پر رکھ دیے اور چائے بنانے لگا۔ پھر وہ کمرے سے نکل گیا۔

''آؤ بابر! چائے پیو۔''

''میں یہاں چائے پینے نہیں آیا، کچھ حساب کتاب کرنے آیا ہوں۔''

''حساب کتاب کیا مطلب! کیا میں نے اسکول، کالج یا یونی ورسٹی کے زمانے میں تم سے کچھ قرض لیا تھا، جو میں نے ادا نہیں کیا؟'' شاہ زیب مسکرایا۔

''یہ بات نہیں۔'' اس نے کہا۔

''تو پھر تم مجھ سے کیسا حساب کتاب کرنا چاہتے ہو؟'' شاہ زیب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''حساب کافی پرانا ہے اور شاید تم میں ہمت نہ ہو اسے جاننے کی۔''

''اوہو، ایسی بھی کیا بات ہے؟'' شاہ زیب چونک کر آگے ہو کر جھک گیا۔

''مجھے بھی اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔ ابھی چند دن پہلے ایک عمر رسیدہ شخص مجھ سے ملنے آئے تھے۔ انھوں نے یہ بات بتائی ہے۔''

''آخر وہ بات کیا ہے؟'' شاہ زیب پریشان ہو گیا۔

''انھوں نے بتایا ہے، وہ بہت مشکل سے میرا پتا ڈھونڈنے میں کام یاب ہوئے ہیں۔ وہ بہت بے چین اور پریشان رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے اور میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ میں ان کی باتیں سن کر بہت حیران ہوا، کیوں کہ میں تو انھیں جانتا بھی نہیں تھا۔ ان کا نام آصف جمال ہے، وہ تعلیمی بورڈ کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔ اب ریٹائرمنٹ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جس زمانے میں ہم کالج اور پھر یونی ورسٹی میں پڑھتے رہے ہیں، وہ ملازمت میں تھے۔'' یہاں تک کہہ کر بابر حمید خاموش ہو گیا۔

''اچھا تو پھر؟ تم درمیان میں رک کیوں جاتے ہو؟ مارے بے چینی کے میرا بُرا حال ہے۔''

''اس زمانے میں شاہ زیب! تمھارے والد سیکرٹریٹ میں چیف سیکرٹری تھے۔ انھوں نے آصف جمال سے ملاقات کی تھی۔''

''کیا مطلب؟'' شاہ زیب چونکا۔

''اور اس ملاقات میں انھوں نے کہا تھا کہ میرا بیٹا شاہ زیب ہر امتحان میں ٹاپ

کرے، سب سے زیادہ نمبر لے۔ ورنہ......!''

''ورنہ کیا؟'' شاہ زیب کا رنگ اُڑتا جا رہا تھا۔

''ورنہ کے بعد انھوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ آصف جمال ایک غریب گھرانے کے فرد تھے۔ ان میں اتنے بڑے عہدے کے آدمی سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں تھی، لہٰذا انھوں نے چپ سادھ لی اور تمھارے نمبر سب سے زیادہ لگاتے چلے گئے۔ اس طرح تم ہر مرتبہ ٹاپ کرتے رہے۔''

''میرے علم میں یہ بات نہیں ہے، لیکن اگر ایسا ہوا ہے تو بہت بُرا ہوا ہے۔''

''تمھارے والد زندہ ہیں، تم ان سے پوچھ سکتے ہو، لیکن اصل بات تو ابھی میں نے تمھیں بتائی ہی نہیں۔''

''اصل بات!'' شاہ زیب کا چہرہ اور زیادہ تن گیا۔

''ہاں، اصل بات میں نے ابھی تک نہیں بتائی۔''

''جب اتنا کچھ بتا دیا ہے تو وہ اصل بات بھی بتا دو۔'' شاہ زیب کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔ وہ لمحوں میں برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

''ہر سال ٹاپ کرنے والا دراصل میں تھا۔''

''کیا......!'' شاہ زیب چلا اُٹھا۔

''ہاں، اور میرے اچھے نمبروں کی وجہ ہی سے اب تم ایک اعلا ترین عہدے پر لگے ہوئے ہو۔ جب کہ دیکھا جائے تو اس عہدے پر میرا حق ہے۔''

''نن......نہیں؟'' شاہ زیب اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''آصف جمال اب ملازمت میں نہیں ہیں۔ اب انھیں تمھارے والد کا خوف نہیں ہے۔ خود تمھارے والد بھی اب ریٹائر ہو چکے ہیں، لہٰذا آصف جمال اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اپنا جرم عدالت میں بیان کرنے کے لیے بھی تیار ہیں، لیکن میں اس حد تک نہیں جانا

چاہتا، کیوں کہ......'' بابر حمید یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

''کیوں کہ کیا؟'' شاہ زیب کی آواز اس بار اندھے کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔

''کیوں کہ آخر میں اور تم دوست رہے ہیں اور تم اس سارے معاملے سے ہو بھی لاعلم۔ بس میں تمھیں یہی بتانے آیا تھا۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا، میرا کوئی مطالبہ نہیں۔ آصف جمال نے میرے پاس آ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا اور میں نے یہاں آ کر۔ یہ بوجھ اب تمھارا ہو گیا، میں تمھیں بوجھ کا تحفہ دے چلا ہوں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی بابر حمید ایک جھٹکے سے اُٹھا اور جانے کے لیے مُڑ گیا۔ شاہ زیب کا ہاتھ اُٹھا، اس کے ہونٹ ہلے، لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ اس کا ہاتھ نیچے گر گیا اور اتنے میں بابر حمید باہر نکل چکا تھا۔

چند دن بعد بابر حمید صبح سویرے اخبار دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظر ایک خبر پر جم کر رہ گئی۔ خبر شاہ زیب کے بارے میں تھی۔ اس نے جلدی جلدی پوری خبر پڑھ لی۔

خبر شاہ زیب کے استعفے کی تھی۔ اسے محسوس ہوا، جیسے شاہ زیب اس سے کہہ رہا ہو:

''نہیں دوست! میں اس بوجھ کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔ میں نے اس بوجھ سے چھٹکارا پا لیا ہے۔'' ☆

ڈاکٹر صاحب کا اشتہار

ڈاکٹر حضرات کی لکھائی کتنی خوب صورت ہوتی ہے، یہ سب جانتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر صاحب کو بچوں کی پڑھائی کے لیے ٹیوٹر کی ضرورت تھی۔ چناں چہ انھوں نے اشتہار دیا: ''بچوں کی پڑھائی کے لیے ٹیوٹر کی ضرورت ہے۔''

جب اشتہار چھپا تو کچھ یوں تھا: ''بچوں کی پٹائی کے لیے ہنٹر کی ضرورت ہے۔''

مرسلہ: طیبہ فاطمہ، اورنگی ٹاؤن، کراچی

جو بویا تھا

وقار محسن

پھاٹک نواب دولہ میں کونے والا آخری مکان پیارے میاں کا تھا۔ چھوٹی سرخ اینٹوں کا شکستہ مکان تقریباً کھنڈر تھا۔ دو کمروں کے اس مکان میں پیارے میاں اپنے بوڑھے باپ تبارک حسن، بدزبان بیوی روشن آرا اور چھ ماہ کے بچے فہیم کے ساتھ رہتے تھے۔ مسجد کے نکڑ پر پیارے میاں کا سائیکلوں میں پنکچر لگانے کا کھوکھا تھا۔ پیارے میاں صبح نو بجے اپنے کام پر نکلتے اور شام کے جھٹ پٹے میں واپس ہوتے۔

کم آمدنی کی وجہ سے کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ ان کے گھر میں داخل ہوتے ہی ان کی بدمزاج اور بدزبان بیوی کی چیخ پکار محلے میں نہ گونجتی ہو۔ برتنوں کے پٹخنے کے شور کے ساتھ وہ پیارے میاں کو برا بھلا کہتی اور اپنی بدنصیبی کا رونا روتی۔ اس شور غل میں ننھا فہیم بھی رونے لگتا۔ اکثر پیارے میاں سر جھکائے خاموشی سے باہر آ کر چبوترے پر بیٹھ کر سگرٹ پینے لگتے۔ اگر کبھی پیارے میاں کے بوڑھے باپ بہو کو سمجھانے کی کوشش کرتے تو بہو کا غصہ بوڑھے تبارک حسن پر اترتا۔

''ایک تم نے ہماری زندگی عذاب کر دی ہے۔ گھر میں کھانے کو روٹی نہیں ہے، تمھاری روز روز کی دوا دارو کہاں سے کریں۔ رات بھر تمھاری کھانسی ہمیں سونے نہیں دیتی۔''

جب روشن آرا کی چیخ پکار زیادہ بڑھتی تو بڑے میاں لکڑی ٹیکتے باہر آتے اور میلے انگوچھے سے آنسو پونچھتے ہوئے بابو نائی کی دکان کے تختے پر جا کر بیٹھ جاتے۔

محلے والے اس آئے دن کی چیخ پکار کے عادی ہو گئے تھے۔ ایک دو بار محلے کی خواتین نے روشن آرا کو سمجھانے کی کوشش بھی کی، لیکن وہ الٹا خواتین پر برس پڑتی۔

دسمبر کی ایک بہت ٹھنڈی رات مغرب کی اذان کے بعد جب پیارے میاں معمول کے

مطابق گھر آئے تو روشن آرا ان کو دیکھتے ہی برس پڑی: ''آ گئے نکھٹو! معلوم ہے، گھر میں آٹا نہیں ہے۔ اس پر اور سنو اپنے لاڈلے ابا جان کی، آج وہ بریانی کی فرمائش کر رہے تھے۔ شرم نہیں آتی بڑے میاں کو۔ اس عمر میں بچوں کی طرح زبان کے چٹخارے سوجھ رہے ہیں۔ کب سے کہہ رہی ہوں کہ کچھ دن کے لیے ان کو اپنی بہن کلثوم کے گھر حسن پور بھیج دو۔ اب اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ بڑے میاں۔''

آج پیارے میاں کی دوگا ہکوں سے تُو تُو میں میں ہوگئی تھی۔ صبح سے کچھ بخار بھی تھا۔

وہ بھی غصے سے بے قابو ہو گئے اور بوڑھے باپ پر پھٹ پڑے: ''ابا! آپ کو شرم آنا چاہیے۔ گھر میں فاقوں کی نوبت ہے اور آپ کو بریانی چاہیے۔ آپ کی وجہ سے گھر میں ہر وقت ہنگامہ رہتا ہے۔ آپ اسی وقت گھر سے نکل جائیں۔''

''لیکن بیٹا! اس سرد رات میں کہاں جاؤں؟'' بوڑھے باپ نے سسکتے ہوئے کہا۔

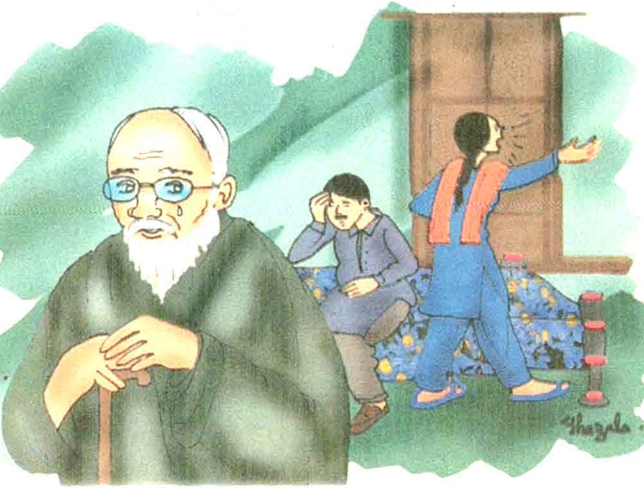

بوڑھے باپ کے رونے کی آوازیں سن کر محلے کے دو تین بزرگ پیارے میاں کے دروازے پر آ گئے۔ باہر بلا کر ان کو سمجھایا، شرم دلائی کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ لوگوں کے سمجھانے پر کچھ شور کم ہوا۔ پھر بھی دروازے میں پڑے پلنگ پر لیٹے بوڑھے تبارک حسن کی سسکیوں کی آواز دیر تک آتی رہی۔

بے شمار بیماریوں نے تبارک حسن کو پہلے ہی گھیرے ہوئے تھا، اس واقعہ کے تین چار دن بعد وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

دوپہر تک پیارے میاں کی بہن کلثوم بھی آ گئی۔ پیارے میاں بوڑھے باپ کے جنازے کے نزدیک بیٹھے ہچکیوں سے رو رہے تھے۔ آج پیارے میاں نے ابا کی پسند کی بریانی کی دو دیگیں پکوائی تھیں،

غربا میں کھانا تقسیم کرنے کے لیے۔ محلے والوں سے گلے مل کر وہ اپنے والد کی خوبیاں بیان کر رہے تھے۔

اتفاق سے کچھ دن بعد پیارے میاں کے بچے فہیم پر شدید نمونیا کا حملہ ہوا اور وہ اگلے دن چل بسا۔

بچے کے انتقال پر پیارے میاں اور روشن آرا بہت افسردہ اور غمگین تھے، لیکن سب سے زیادہ دکھی پیارے میاں کی بہن کلثوم تھی۔ وہ دہاڑیں مار مار کر رو رہی تھی اور اس کے آنسو تھم ہی نہیں رہے تھے۔ بہن کو اس طرح بلک بلک کر روتا دیکھ کر پیارے میاں نے اسے گلے لگا کر پوچھا: ''بی بی! مجھے یہ تو بتا کہ جتنا غم تُو ننھے فہیم کا کر رہی ہے، اتنا تو تُو نے ابا کے مرنے کا بھی نہیں کیا تھا۔''

کلثوم نے سر اٹھا کر بھائی کی طرف نفرت سے دیکھتے ہوئے کہا: ''پیارے! مجھے فہیم کے مرنے سے زیادہ اس بات کا افسوس ہے کہ فہیم تیرا اکلوتا بیٹا تھا۔ جب تُو بوڑھا ہوگا تو جاڑوں کی سرد رات میں کون تجھے گھر سے نکالے گا؟''

گھر کے ہر فرد کے لیے مفید

ماہنامہ **ہمدرد صحت**

صحت کے طریقے اور جینے کے قرینے سکھانے والا رسالہ

صحت کے آسان اور سادہ اصول • نفسیاتی اور ذہنی الجھنیں

• خواتین کے صحی مسائل • بڑھاپے کے امراض • بچوں کی تکالیف

• جڑی بوٹیوں سے آسان فطری علاج • غذا اور غذائیت کے بارے میں تازہ معلومات

ہمدرد صحت آپ کی صحت و مسرت کے لیے ہر مہینے قدیم اور جدید تحقیقات کی روشنی میں مفید اور دل چسپ مضامین پیش کرتا ہے

رنگین ٹائٹل --- خوب صورت گٹ اپ --- قیمت: صرف ۳۵ رپے

اچھے بک اسٹالز پر دستیاب ہے

ہمدرد صحت، ہمدرد سینٹر، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

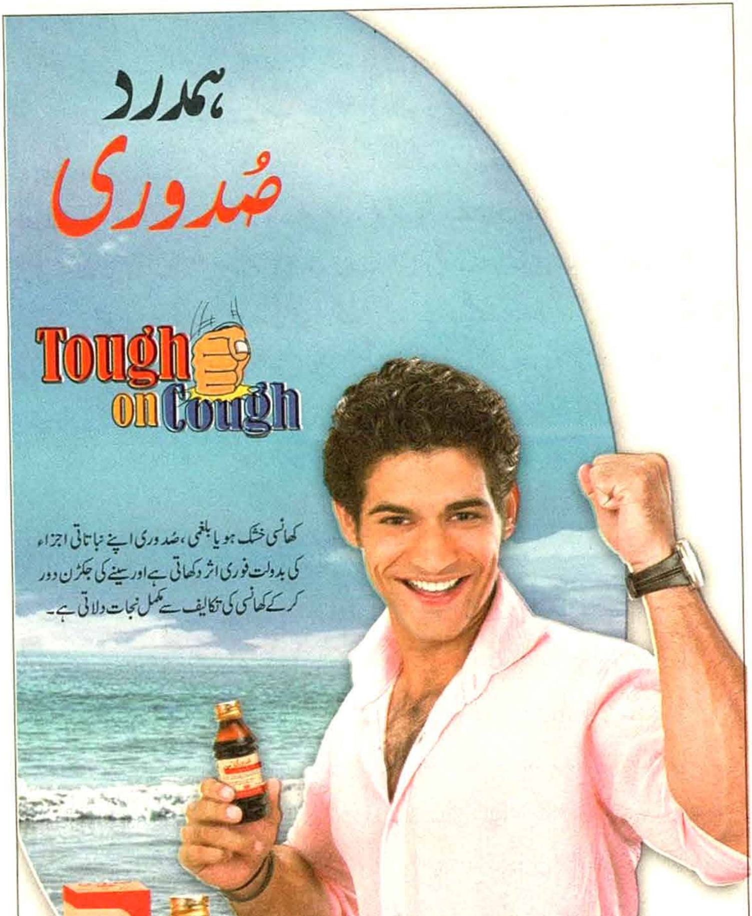

ہمدرد
صُدوری
Tough on Cough
کھانسی خشک ہو یا بلغمی، صُدوری اپنے نباتاتی اجزاء
کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سینے کی جکڑن دور
کر کے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔
Suduri
شوگر فری میں بھی
ہمدرد
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
Blitz DDB

موت تھیلے کے اندر

معراج

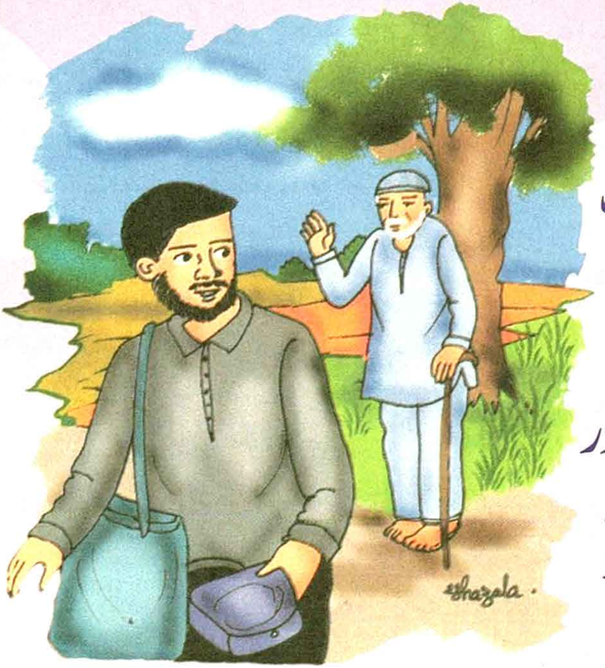

بہت زمانہ گزرا، زار (روس کا بادشاہ) کی فوج میں ایک سپاہی تھا۔ اس کا نام ہاشم تھا۔ اس نے تیس سال تک ملک کی خدمت سرانجام دی۔ آخر ایک دن اسے ملازمت سے الگ کر دیا گیا، کیوں کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس زمانے میں فوجیوں کو ملازمت سے علاحدہ کرتے وقت کوئی تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ جب کسی فوجی کو ملازمت سے نکالا جاتا، اُسے صرف دو روٹیاں دی جاتیں۔ ہاشم کو بھی فوجی ملازمت سے علاحدگی کے بعد دو روٹیاں دے دی گئیں۔ وہ پیدل ہی اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسے ایک فقیر ملا۔ اس نے کہا:

''اللہ کے نام پر مجھے کچھ کھانے کو دو بیٹا! میں دو دن سے بھوکا ہوں۔''

ہاشم کو فقیر کی خراب و خستہ حالت دیکھ کر بہت رحم آیا۔ اس نے اسے دونوں روٹیاں دے دیں۔ جب فقیر دونوں روٹیاں کھا چکا تو اس نے کہا: ''تم بہت ہمدرد ہو، تم نے خود بھوکا رہنا گوارا کرلیا اور اپنا کھانا مجھے کھلا دیا۔ اس نیکی کے صلے میں، میں تمھیں انعام دوں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے ایک تھیلا ہاشم کو دیا اور کہا: ''جب تم کسی کو حکم دو گے کہ تھیلے کے اندر چلو تو وہ اسی وقت تھیلے میں چلا جائے گا۔'' پھر اس نے جیب سے ایک صاف شفاف شیشہ نکالا اور کہا: ''جب کوئی شخص بیمار ہو تو تم اس کا چہرہ اس شیشے میں دیکھنا، اگر تمھیں اس میں موت کا عکس دکھائی دے تو سمجھ لینا کہ یہ مریض زندہ نہ بچ سکے گا۔'' ہاشم نے فقیر کا شکریہ ادا کیا اور اپنے راستے پر چلنے لگا۔ اس کے کندھے پر تھیلا لٹکا ہوا تھا اور جیب میں شیشہ تھا۔ وہ چلتا رہا، چلتا رہا، یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ اس نے ایک درخت پر جنگلی مرغ بیٹھے ہوئے دیکھے۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا، یہ کُل نو جنگلی مرغ تھے۔ ہاشم نے تھیلا کھولا اور مرغوں کی طرف اشارہ کر کے بولا: ''چلو تھیلے کے اندر۔''

وہ نو کے نو مرغ اُڑتے ہوئے آئے اور تھیلے میں داخل ہو گئے۔ ہاشم نے تھیلے کا منھ مضبوطی سے باندھ دیا اور آگے چلا۔ وہ ایک گاؤں کی سرائے میں پہنچا اور سرائے والی سے بولا: ''بی بی! کیا تم ان مرغوں کے بدلے مجھے ایک رات سرائے میں بسر کرنے دو گی؟'' سرائے والی نے مرغوں کو تول کر دیکھا۔ پھر اس نے ہاشم کو رہنے کے لیے کمرا دے دیا اور رات کے کھانے اور صبح کے ناشتے کا بھی انتظام کر دیا۔

اگلے دن وہ اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ اس نے راستے میں ایک ویران حویلی دیکھی۔ اس کے آس پاس بہت لمبی لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ جنگلی بیلیں دیواروں پر چھائی ہوئی تھیں۔ حویلی پر ایک عجیب پر اسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ حویلی بہت دنوں سے ویران پڑی ہے۔ ہاشم نے ایک لڑکے سے پوچھا: ''میاں صاحب زادے! اس مکان میں کون رہتا ہے؟''

لڑکے نے کہا: ''جناب! جب سے یہ حویلی بنی ہے، تب ہی سے یہ ویران پڑی ہوئی

ہے۔لوگ اسے بھوت بنگلہ کہتے ہیں، کیوں کہ یہاں بھوت رہتے ہیں۔ جو شخص یہاں رات گزارنا چاہتا ہے، اسے یہ بھوت ڈراتے ہیں۔ اکثر لوگ خوف اور دہشت کی وجہ سے مرجاتے ہیں۔ جو خوش نصیب زندہ بچ جاتے ہیں، وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور ایسے بھاگتے ہیں کہ پیچھے مُڑ کر بھی نہیں دیکھتے۔''

ہاشم بولا: ''بھئی! انسان سے بڑا بھوت اور کون ہوسکتا ہے؟ میں بھی ایک رات یہاں گزارنا چاہتا ہوں۔ میں نے زندگی میں پہلے کبھی بھوت نہیں دیکھے۔''

لوگوں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن ہاشم مان کر نہ دیا۔ آخر حویلی کے مالک نے اسے حویلی میں رات بسر کرنے کی اجازت دے دی۔ رات کے وقت ہاشم نے آتش دان میں آگ سلگائی۔ وہ بہت دیر تک سگار پیتا رہا۔ آخر وہ بستر پر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ رات کے بارہ بجے کا وقت تھا کہ اچانک ایک زبردست دھماکا ہوا۔ پھر کوئی زور سے دروازہ پیٹنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد کنڈی خود بخود کھل گئی اور تین بھوت ناچتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ ہاشم بھی اُٹھ کر بیٹھ گیا اور دل چسپی سے بھوتوں کا ناچ دیکھنے لگا۔ ایک بھوت

نے پوچھا: ''کیا تمھیں ہم سے ڈر نہیں لگ رہا؟''

ہاشم بولا: ''میں سپاہی ہوں اور سپاہی ڈرا نہیں کرتے۔'' تینوں بھوت ہاشم کے پاس بیٹھ گئے۔ ایک بھوت اپنی خنخنی آواز میں بولا: ''کیا تم ہمارے ساتھ تاش کھیلنا پسند کرو گے؟''

ہاشم بولا: ''آؤ بیٹھ جاؤ، تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی انسان سے واسطہ پڑا تھا۔''

وہ تاش کھیلنے لگے۔ ہاشم ہر بار بازی جیت جاتا۔ بھوتوں کا غصے سے برا حال ہو گیا۔ وہ ہاشم کو ڈرانے دھمکانے لگے۔ انھوں نے تلواریں نکال لیں اور ہاشم کو قتل کرنے کی دھمکیاں دینے لگے۔ آخر تنگ آ کر ہاشم نے اپنا تھیلا نکالا اور بولا: ''چلو اس کے اندر۔'' اور تینوں بھوت غڑپ سے تھیلے کے اندر جا گرے۔ ہاشم نے مضبوطی سے تھیلے کا منھ بند کر دیا اور اسے ایک طرف رکھ دیا پھر بستر پر لیٹ کر مزے کی نیند سونے لگا۔

اگلی صبح جب لوگ آئے تو انھوں نے دیکھا کہ ہاشم اپنے بستر پر بیٹھا ہوا سگار پی رہا ہے۔ اس نے انھیں گزشتہ رات کا واقعہ سنایا اور انھیں بھوتوں سے بھرا ہوا تھیلا دکھایا اور کہنے لگا: ''اب یہ بھوت تمھیں کبھی تنگ نہیں کریں گے۔''

مالک مکان نے ہاشم کا شکریہ ادا کیا اور ایک ہزار روبل کا انعام بھی دیا۔

وہاں سے رخصت ہو کر ہاشم ایک لوہار کے پاس پہنچا اور بولا: ''میں چاہتا ہوں کہ تم دن بھر اس تھیلے پر ہتھوڑے برساؤ۔ میں تمھیں اس کام کا معقول معاوضہ دوں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار روبل لوہار کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ لوہار تھیلے پر ہتھوڑے برسانے لگا۔ ہر چوٹ پر بھوتوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ جب بھوتوں کا کچومر نکل چکا تو ہاشم نے زور سے کہا: ''اگر تم تھیلے سے باہر نکلنا چاہتے ہو تو مجھے اشرفیاں دو۔''

بھوتوں نے ہاشم کی بات مان لی۔ انھوں نے ہاشم کے قدموں میں اشرفیوں کا ڈھیر لگا دیا۔ تب ہاشم نے کہا: ''اب تم یہاں سے دفان ہو جاؤ۔ خبردار، اگر میں نے تمھیں اِدھر اُدھر

گھومتے پھرتے دیکھ لیا تو تمھارا حشر خراب کر دوں گا۔'' بھوت تو ایسے بد حواس ہو کر بھاگے کہ انھوں نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ وہ سوچتے ہوں گے کہ یہ تو ہم سے بھی بڑا بھوت نکلا۔

ہاشم کے پاس بہت ساری دولت جمع ہو گئی تھی۔ اس نے زمین خرید لی اور کھیتی باڑی کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کا علاج بھی کرتا تھا۔ وہ شیشے میں مریض کی صورت دیکھتا، جس مریض کے چہرے پر موت کا عکس نظر آتا، وہ اس کا علاج کرنے سے انکار کر دیتا۔ جس مریض کے چہرے پر موت کا عکس نظر نہ آتا، وہ اسے ایک شیشی میں گلاب کا عرق بھر کر دے دیتا۔ مریض کچھ ہی دنوں میں بھلا چنگا ہو جاتا۔

اسی طرح بہت دن گزر گئے۔ اس کے کھیتوں میں کام کرنے والے کسان بوڑھے ہو گئے۔ ان کی جگہ ان کے جوان بیٹوں نے لے لی تھی۔ ہاشم بھی بوڑھا ہو گیا تھا۔ وہ دن بھر بستر پر لیٹا رہتا۔ ایک دن ہاشم بہت بیمار ہو گیا۔ اس نے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ اس پر موت کا سایہ نظر آ رہا تھا۔ ہاشم نے کہا: ''میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔'' اس نے تھیلے کا منھ کھولا اور موت کو حکم دیا: ''چلو تھیلے کے اندر۔'' اور موت غڑاپ سے تھیلے کے اندر جا گری۔ ہاشم نے تھیلے کا منھ مضبوطی سے بند کر دیا اور اسے آتش دان کے اوپر لٹکا دیا۔ اس کی بیماری دور ہو گئی اور وہ بھلا چنگا ہو گیا۔

اس واقعے کو بھی بہت سال گزر گئے۔ جو بچے تھے جوان ہو گئے اور جو جوان تھے وہ بوڑھے ہو گئے اور کام کاج کرنے کے قابل نہ رہے، لیکن عجیب بات یہ ہوئی کہ اس عرصے میں کوئی شخص نہ تو بیمار ہوا اور نہ مرا۔ ہاشم بھی بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کے جسم میں توانائی باقی نہیں رہی تھی۔ وہ دن بھر بستر پر لیٹا رہتا اور حقہ پیتا رہتا۔ اس نے کہیں آنا جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔

ایک دن اس نے سوچا کہ گاؤں کی سیر کرنی چاہیے۔ پرانے دوستوں سے ملنا جلنا چاہیے۔ ان کے ساتھ گپ شپ میں اچھا وقت گزر جائے گا۔ وہ سڑک کے کنارے کنارے چلنے

لگا۔ ابھی وہ تھوڑی دور گیا ہوگا کہ اسے ایک بوڑھا دکھائی دیا۔ اس نے زندگی میں اتنا بوڑھا شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر بے شمار جھریاں پڑی ہوئی، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں اور سر کے بال دودھیا سفید ہو چکے تھے۔ کمر جھک کر کمان ہوگئی تھی۔ چلتے ہوئے اس کی ناک اس کے گھٹنوں کو چھوتی تھی۔ ہاشم نے ان سے کہا: ''آداب بڑے میاں! کہیے کیسے مزاج ہیں؟''

بوڑھا شخص بہت کم زور اور دھیمی آواز میں بولا: ''بیٹا! میرا بہت برا حال ہے۔ کم زوری اور بڑھاپے کی وجہ سے زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔''

ہاشم نے پوچھا: ''دادا! آپ کی عمر کیا ہوگی بھلا؟''

وہ بولے: ''میں آیندہ ماہ ایک سو پچاس برس کا ہو جاؤں گا۔ میری بوڑھی ہڈیاں اب آرام کرنا چاہتی ہیں، مگر افسوس! میں مر نہیں سکتا۔''

ہاشم نے حیران ہو کر پوچھا: ''دادا! کیا آپ مرنا چاہتے ہیں؟''

وہ بولے: ''ہاں بیٹا! موت بھی انسان کے لیے بے حد ضروری ہے۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ کہ انسان میں چلنے پھرنے کی سکت بھی باقی نہ رہے۔''

ہاشم نے پوچھا: ''دادا! آپ مرتے کیوں نہیں؟''

وہ بولے: ''بیٹا! میں نے سنا ہے کہ کسی احمق شخص نے موت کو قید کر لیا ہے۔ گزشتہ پچاس برس سے کوئی شخص نہیں مرا۔ تم جانتے ہو کہ یہ بات فطرت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔''

جب ہاشم گھر پہنچا تو وہ عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ بہت دیر تک سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ موت بھی انسانوں کے لیے بہت ضروری ہے۔ آخر اس نے چاقو سے تھیلے کے منھ پر بندھی رسی کاٹ دی اور موت کو آزاد کر دیا۔ اگلے ہی لمحے موت نے اسے زندگی کے بندھن سے آزاد کر دیا۔ ☆

نصیب اپنا بناؤ بچّو!

محمد امتیاز عارف

پڑھائی میں دل لگاؤ بچّو!
نصیب اپنا بناؤ بچّو!

ملے گی محنت ہی سے تو منزل
یہ بات نہ تم بھلاؤ بچّو!

بڑا یہ اَن مول ہے خزانہ
نہ وقت اپنا گنواؤ بچّو!

تمھیں بنانا ہے سب کو اپنا
نہ دل کسی کا دُکھاؤ بچّو!

ہے ظلم، حق مارنا کسی کا
کسی کا حق نہ دباؤ بچّو!

بھلائی کرنا تو ہے عبادت
سبق یہ سب کو پڑھاؤ بچّو!

چلو سچائی کے راستے پر
یہ راہ سب کو دکھاؤ بچّو!

تم اپنے اچھے عمل کے دم سے
دلوں میں سب کے سماؤ بچّو!

سال بھر کا انتظار اب ختم ہونے والا ہے

ہمدرد نونہال

کا خاص نمبر

جون ۲۰۱۰ء میں شائع ہوگا

۵۷ سال سے نونہالوں کا چہیتا، بڑوں کا پسندیدہ رسالہ

* سنسنی خیز، مزاحیہ، ولولہ انگیز، سبق آموز، چٹپٹی کہانیاں
* اشتیاق احمد کا ایک عمدہ اور خوب صورت مکمل ناول
* شہید حکیم محمد سعید کی کھٹی میٹھی، دل لُبھاتی تحریریں
* مسعود احمد برکاتی کی یاد رکھنے والی کئی تحریریں
* اسلامی، تاریخی، سائنس کی حیرت انگیز باتیں
* نئی اور مزے دار انوکھی معلومات
* خوب صورت نظمیں * مسکراتے کارٹون
* کھلکھلاتے لطیفے * نادر اور کام آنے والے اقوال
* بہت ساری نئی دل چسپیاں * کم قیمت میں زیادہ مزے

ساتھ میں ایک خوب صورت تحفہ بھی

اپنے اور اپنے دوستوں کے لیے اخبار والے سے ابھی کہہ دیں

میرے اُستاد میرے مُحسن

ڈاکٹر رؤف پاریکھ

جب میں اپنے اُستادوں کا تصور کرتا ہوں تو میرے ذہن کے پردے پر کچھ ایسے لوگ اُبھرتے ہیں جو بہت دل چسپ، مہربان، پڑھے لکھے اور ذہین ہیں اور ساتھ ہی میرے محسن بھی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا خیال کر کے مجھے ہنسی بھی آتی ہے اور ان پر پیار بھی آتا ہے۔ اب میں باری باری ان کا ذکر کروں گا۔

جب میں باغ ہالار اسکول (کراچی) میں کے۔ جی کلاس میں پڑھتا تھا تو مس نگہت ہماری اُستانی تھیں۔ مار پیٹ کے بجائے بہت پیار سے پڑھاتی تھیں۔ صفائی پسند اتنی تھیں کہ گندگی دیکھ کر اُنھیں غصہ آجاتا تھا اور کسی بچے کے گندے کپڑے یا بڑھے ہوئے ناخن دیکھ کر اس کی ہلکی پھلکی پٹائی بھی کر دیتی تھیں۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ ایک دفعہ میرے ناخن بڑھے ہوئے تھے اور ان میں میل جما تھا۔ مس نگہت نے میرے ناخنوں پر پیمانے سے (جسے آپ اسکیل یا فٹا کہتے ہیں) مارا۔ چوٹ ہلکی تھی، لیکن اس دن میں بہت رویا، لیکن مس نگہت نے گندے اور بڑھے ہوئے ناخنوں کے جو نقصان بتائے، وہ مجھے اب تک یاد ہیں اور اب میں جب بھی اپنے بڑھے ہوئے ناخن دیکھتا ہوں تو مجھے مس نگہت یاد آجاتی ہیں اور میں فوراً ناخن کاٹنے بیٹھ جاتا ہوں۔

پہلی جماعت میں پہنچا تو مس سردار ہماری اُستانی تھیں، لیکن وہ جلد ہی چلی گئیں اور ان کی جگہ مس نسیم آئیں، جو اُستانی کم اور جلاد زیادہ تھیں۔ بچوں کی اس طرح دھنائی کرتی تھیں جیسے دُھنیا روئی دُھنتا ہے۔ ایسی سخت مار پیٹ کرتی تھیں کہ انسان کو پڑھائی سے، اسکول سے اور کتابوں سے ہمیشہ کے لیے نفرت ہو جائے۔ جو اُستاد اور اُستانیاں یہ تحریر پڑھ رہے ہیں، ان سے میں درخواست کرتا ہوں کہ بچوں کو مار پیٹ کر نہ پڑھایا کریں۔ بہت ضروری ہو تو ڈانٹ ڈپٹ کر

لیا کریں۔ اس تحریر کو پڑھنے والے جو بچے اور بچیاں بڑے ہو کر استاد اور استانیاں بنیں، وہ بھی یاد رکھیں کہ مار پیٹ سے بچے پڑھتے نہیں بلکہ پڑھائی سے بھاگتے ہیں۔ بچوں کو تعلیم سے بیزار کرنے میں پٹائی کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہاں، کبھی کبھار منھ کا ذائقہ بدلنے کے لیے ایک آدھ ہلکا پھلکا تھپڑ پڑ جائے تو کوئی ہرج نہیں، لیکن اچھے بچوں کو اس کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس کے بعد کی جماعتوں میں پڑھانے والے جو اُستاد مجھے یاد آتے ہیں، ان میں ایک ضیاء صاحب ہیں، جو چھٹی جماعت میں ہمیں اردو پڑھاتے تھے۔ اگر چہ ضیاء صاحب ہر وقت اپنے ساتھ ایک لچکیلا بید رکھتے تھے، لیکن اس کا استعمال کم ہی کرتے تھے۔ انھوں نے میری اردو کا تلفظ صحیح کرنے میں بہت مدد دی۔ انھوں نے اردو سکھاتے اور پڑھاتے ہوئے کئی کام کی باتیں بتائیں، جن سے میں نے بعد میں بہت فائدہ اٹھایا۔ ضیاء صاحب ہوم ورک کے طور پر ایک مضمون روزانہ خوش خط لکھنے کو کہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کچھ بھی لکھو، عبارت کہیں سے بھی اُتارو، چاہے کسی اخبار سے یا رسالے سے یا کتاب سے، اور چاہو تو کوئی کہانی ہی لکھ لاؤ، مگر لکھو ضرور، اور لکھو بھی صاف صاف اور خوب صورت۔ میں کتاب سے کوئی عبارت اُتارنے کے بجائے اکثر خود سے قصے کہانیاں بنا کر لکھ کر لے جایا کرتا تھا۔ شاید یہیں سے مجھے کہانیاں لکھنے کا چسکا پڑ گیا، جب کہ کہانیاں پڑھنے کی لت تو پہلے سے تھی ہی۔ ضیاء صاحب کے لیے آج بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ ان کا سکھایا پڑھایا بہت کام آیا۔

ساتویں جماعت میں جناب طیب عباسی ملے، جو ہمیں عربی پڑھایا کرتے تھے۔ بچوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ بہت مذہبی آدمی تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بھی سنایا کرتے تھے۔ بچوں کی شاذ و نادر ہی پٹائی کی ہوگی۔ کلاس بہت شور مچاتی تو جھوٹ موٹ غصے سے کہتے: ''کیا ہو رہا ہے بھئی؟'' اور بچے اتنے شریر تھے کہ ان کا نرم سلوک دیکھ کر اور شیر ہو جاتے اور انھیں بار بار ''کیا ہو رہا ہے بھئی؟'' کہنا پڑتا۔ عباسی صاحب کا محبت بھرا برتاؤ اب بھی بہت یاد آتا ہے۔

آٹھویں جماعت میں میں نے باغ ہالار اسکول چھوڑ کر سیفیہ اسکول میں داخلہ لے لیا۔ یہاں جس اُستاد نے میرے دل و دماغ پر قبضہ جمالیا، وہ سید محمد طاہر صاحب تھے۔ آپ ہمیں اردو پڑھاتے تھے۔ نہ صرف ان کے پڑھانے کا انداز بہت عمدہ تھا بلکہ وہ خوش مزاج بھی تھے۔ قہقہہ بہت بلند آواز میں لگاتے تھے اور دیر تک ہنستے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اسکول کی راہداریوں میں، اسٹاف روم میں یا کسی ماتحت کے کمرے میں ہوتے تو بھی ان کے قہقہے سے پتا چل جاتا تھا کہ طاہر صاحب یہیں کہیں ہیں۔ ان کی دل چسپ باتوں پر پوری کلاس دل کھول کر قہقہے لگایا کرتی تھی۔ چناں چہ ہمارا اردو کا پیریڈ سب سے مزے دار ہوتا تھا اور لگتا ہی نہیں تھا کہ پڑھائی ہو رہی ہے، لیکن پڑھائی ساتھ ساتھ ہوتی جاتی تھی۔ طاہر صاحب کو سیکڑوں بلکہ ہزاروں شعر یاد تھے۔ موقعے کے لحاظ سے غضب کا شعر پڑھتے تھے۔ اس سے میرا شعر و شاعری کا شوق بڑھ گیا۔ وہ جماعت میں طالب علموں سے شعر سنانے کی فرمایش کرتے۔ اگر کوئی لڑکا اچھا شعر پڑھتا تو بہت داد دیتے اور حوصلہ افزائی کرتے۔ چناں چہ میں نے اِدھر اُدھر سے کتابیں لے کر بڑے بڑے شاعروں مثلاً غالب، علامہ اقبال اور میر وغیرہ کے بے شمار شعر ایک کاپی میں لکھ لیے اور یاد کر لیے، بلکہ بہت سے شعر تو لکھنے کے دوران ہی یاد ہو گئے۔ پھر تو یہ ہونے لگا کہ طاہر صاحب ایک شعر سناتے اور ایک میں سناتا اور پوری کلاس ''واہ وا'' کر کے داد کے ڈونگرے برساتی۔ طاہر صاحب نے ہمیں تین سال تک یعنی آٹھویں، نویں اور دسویں جماعت تک اردو پڑھائی اور حق یہ ہے کہ اردو پڑھانے کا حق ادا کر دیا۔ اوروں کا تو میں نہیں کہہ سکتا، لیکن میرے اندر انھوں نے اردو زبان اور اردو شعر و ادب کا ایک ایسا ذوق اور مطالعے کا ایسا شوق پیدا کر دیا جس نے آگے چل کر میری پڑھائی اور زندگی پر بہت اثر ڈالا۔ اللہ انھیں خوش رکھے۔

انھی تین سالوں میں شبیر صاحب سے بھی ربط ضبط رہا۔ اگر چہ سائنس کے آدمی تھے اور الجبرا اور طبیعیات یعنی فزکس پڑھاتے تھے، لیکن شاعری سے اور ادب سے انھیں بھی بڑا لگاؤ

تھا۔ اسی طرح ہمارے ایک اور اُستاد احمد صاحب تھے۔ وہ خود شاعر تھے اور کچھ دنوں تک میں ان سے (شاعری پر) اصلاح بھی لیتا رہا۔

میں نے تیسری چوتھی جماعت میں رسالے، کہانیاں اور ناول اس طرح چاٹنے شروع کر دیے جیسے وہ قلفی یا کھٹا مٹھا چورن ہو۔ اسی دور میں، میں نے ہمدرد نونہال پڑھنا شروع کر دیا۔ اور یہ میرے من کو ایسا بھایا کہ آج تک اسے نہیں چھوڑ سکا، بلکہ اب تو میرا بیٹا سجاد بھی اسے پڑھتا ہے۔ ہر ماہ جب اخبار والا ہمدرد نونہال کا تازہ شمارہ دے جاتا ہے تو دونوں باپ بیٹے اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ اسے پہلے میں پڑھ لوں اور اب تو سجاد کی امی جان محترمہ بھی اس میں شریک ہو گئی ہیں۔

ہمدرد نونہال سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ اس سے میں نے اردو سیکھی (اردو میری مادری زبان نہیں ہے) ہمدرد نونہال سے میں نے کہانیاں اور مضمون لکھنا سیکھا۔ بے شمار معلومات اور عقل کی باتیں اس نے مجھے سکھائیں۔ درحقیقت ہمدرد نونہال بھی میرے اُستادوں میں شامل ہے۔ یہ بھی میرا مُحسن ہے۔ (اور یہ بات میں جناب حکیم محمد سعید صاحب یا جناب مسعود احمد برکاتی صاحب کو خوش کرنے کے لیے نہیں لکھ رہا۔ یہ سچی بات ہے) اپنے اُستادوں کے ساتھ ہمدرد نونہال کے لیے بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں پاکستانی بچے کہ ان کے ملک سے ایک نہایت عمدہ رسالہ ان کی صحیح تربیت اور رہنمائی کے لیے نکلتا ہے۔

بھئی! اپنے اُستادوں کا یہ ذکر کچھ طویل ہوتا جا رہا ہے، اس لیے میں اسے اب ختم کرتا ہوں، لیکن ٹھیریے! افوہ، بھئی حد ہو گئی۔ اُستادوں کا یہ ذکر الیاس صاحب کے بغیر بھلا کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ انھوں نے ہمیں سال ڈیڑھ سال انگریزی پڑھائی۔ آٹھویں میں اور کچھ عرصے نویں میں۔ انگریزی پڑھائی کیا تھی بس گھول کر پلا دی تھی۔ انگریزی گرامر کی بعض چیزیں انھوں نے جس طرح ہنسا ہنسا کر اور مذاق ہی مذاق میں پڑھا دیں، وہ اتنے کام کی نکلیں کہ وہیں سے صحیح معنوں میں انگریزی ہماری سمجھ میں آنے لگی اور یہ بنیادی باتیں شاید کوئی اور اس طرح نہ بتا

پائے۔ اللہ جانے، الیاس صاحب اب کہاں ہیں؟ لیکن وہ جہاں کہیں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے اور دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کرے۔ آمین۔ انھوں نے اور طاہر صاحب نے ہمیں نہایت عمدہ طریقے پر انگریزی اور اُردو پڑھا کر بہت بڑا احسان کیا۔

بلکہ درحقیقت میرے تمام اُستاد میرے مُحسن ہیں، چاہے وہ اسکول کے زمانے کے ہوں، کالج کے ہوں یا یونی ورسٹی کے۔ انھوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ مجھے علم کی دولت سے مالا مال کیا۔ مجھے اس وقت عقل اور تعلیم دی، جب میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ (ہمدرد نونہال مارچ ۱۹۹۲ء کی ایک تحریر)

حاضر جوابی

بیرم خاں ایک دفعہ مغل بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں حاضر تھا۔ ہمایوں اس سے باتیں کرنے لگا۔ اسی دوران اتفاق سے بیرم خاں پر غنودگی سی طاری ہونے لگی اور اس نے شاہی آداب کو نظرانداز کر کے آنکھیں بند کرلیں۔ ہمایوں کو یہ دیکھ کر جلال آ گیا۔ اس نے سخت لہجے میں کہا: ''بیرم خاں! میں تجھ سے مخاطب ہوں۔''

بیرم خاں فوراً ہوشیار ہو کر مؤدب ہو گیا اور جواباً عرض کیا: ''ظلِ سبحانی! میں حاضر خدمت ہوں۔ جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔''

ہمایوں نے کہا: ''ہاں کہو، کیا بات ہے؟''

بیرم نے جواب دیا: ''میں نے سنا ہے کہ بادشاہوں کے حضور میں آنکھ پر قابو، درویشوں کی خدمت میں دل پر قابو اور عالموں کے سامنے زبان پر قابو رکھنا چاہیے۔ میں اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ حضور کی ذاتِ والا صفات میں یہ تینوں خوبیاں جمع ہیں تو میں ایک کی حفاظت کیسے کرسکتا ہوں۔''

ہمایوں کو بیرم خاں کی حاضر جوابی پسند آئی اور اس نے بے حد تعریف کی۔ ☆

معلوماتِ اقبال

مرتبہ: سعید عبدالخالق بھٹہ

۱۔ علامہ اقبال کی ولادت ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۴ ہجری بمطابق ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو ہوئی۔

۲۔ ۹ نومبر اور ۲۱-اپریل کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے علاوہ ایران میں بھی یومِ اقبال منایا جاتا ہے۔

۳۔ ۲۰۰۲ء کو حکومتِ پاکستان نے علامہ محمد اقبال کے ایک سو پچیس سالہ جشنِ پیدائش کا سال قرار دیا۔

۴۔ سالِ اقبال ۲۰۰۲ء کے موقع پر محکمۂ ڈاک کے جاری کردہ ڈاک ٹکٹ مصور اسلم کمال کی تخلیق ہیں۔

۵۔ شاعرِ مشرق حکیم الامّت، ڈاکٹر علامہ اقبال کی جائے پیدائش ''اقبال منزل'' سیال کوٹ میں واقع ہے۔

۶۔ فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے علاوہ علامہ اقبال کے استاد مرزا ارشد گورگانی دہلوی بھی تھے۔

۷۔ فارسی زبان میں علامہ اقبال کی پہلی تصنیف اسرارِ خودی تھی۔

۸۔ علامہ اقبال کے دادا محترم کا نام شیخ محمد رفیق تھا۔

۹۔ مشہور تصنیف ''اقبال کامل'' کے مصنف مولانا عبدالسلام ندوی ہیں۔

۱۰۔ دسمبر ۱۹۳۳ء میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور نے علامہ اقبال کو ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔

۱۱۔ علامہ اقبال فلسطین کی سیر و سیاحت پر ۱۹۳۱ء میں تشریف لے گئے تھے۔

۱۲۔ علامہ اقبال کی والدۂ محترمہ کا انتقال ۹ نومبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔

۱۳۔ آپ کی والدۂ محترمہ نے آپ کا نام محمد اقبال رکھا تھا۔

۱۴۔ علامہ اقبال مولانا جلال الدین رومیؒ کو اپنا روحانی پیر و مرشد سمجھتے تھے۔

۱۵۔ علامہ اقبال کا صد سالہ جشن ۹ نومبر ۱۹۷۷ء کو منایا گیا۔

۱۶۔ برصغیر کے عظیم صوفی بزرگ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کو علامہ اقبال نے مخدوم الامم کا

خطاب دیا تھا۔

۱۷۔ ہندُستان میں پہلا ''یومِ اقبال'' نواب بہادر یار جنگ کی رہنمائی میں منایا گیا۔

۱۸۔ علامہ اقبال نے ہندُستان کے شہرالہ آباد میں اپنا مشہور صدارتی خطبہ پیش کیا تھا۔

۱۹۔ ہندُستان کی مشہور عثمانیہ یونی ورسٹی کے علاوہ علی گڑھ یونی ورسٹی نے علامہ اقبال کو اعزازی ڈگری سے نوازا۔

۲۰۔ مصر کی معروف گلوکارہ اُم کلثوم نے علامہ اقبال کے کلام کا عربی ترجمہ بڑے خوب صورت انداز میں گایا تھا۔

۲۱۔ علامہ اقبال کے کلام کا سندھی زبان میں ترجمہ سندھ کے نام ور شاعر شیخ ایاز نے کیا۔

۲۲۔ سب سے پہلے نیرنگِ خیال نے اقبال نمبر شائع کیا۔

۲۳۔ ۱۹۳۳ء میں علامہ اقبال، مولانا سید سلمان ندویؒ اور سر راس مسعود کے ہمراہ افغان بادشاہ نادر شاہ کی دعوت پر کابل گئے تھے۔

۲۴۔ شکوہ اور جواب شکوہ علامہ اقبال کی مشہور نظمیں ہیں۔ جواب شکوہ میں زیادہ اشعار ہیں۔

۲۵۔ ''فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں'' یہ مشہور مصرع پاکستان کے محکمۂ ڈاک نے ٹکٹ پر ۱۹۷۶ء میں لکھا۔

۲۶۔ اسلامی ممالک ایران، افغانستان اور مصر میں علامہ اقبال کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

۲۷۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۹ء کو علامہ اقبال کے استاد مولوی سید میر حسن کا انتقال ہوا۔

۲۸۔ علامہ اقبال نے اپنے استادِ محترم پروفیسر آرنلڈ کی یاد میں مشہور نظم نالۂ فراق لکھی تھی۔

۲۹۔ سفر کے دوران علامہ اقبال مثنوی مولانا روم کے علاوہ دیوان غالب اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

۳۰۔ ''اقبال درونِ خانہ'' کے مصنف کا نام خالد نظیر صوفی ہے۔

۳۱۔ علامہ اقبال نے سب سے پہلے درسِ قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز مسجد حسام الدین، سیال کوٹ سے کیا۔

۳۲۔ علامہ اقبال نے ایم اے میں فلسفہ مشہور فلسفی پروفیسر ٹامس آرنلڈ سے پڑھا۔
۳۳۔ علامہ اقبال کے وفادار ملازم جناب علی بخش تھے۔
۳۴۔ علامہ اقبال کے بڑے بھائی محترم شیخ عطا محمد کا انتقال ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کو ہوا۔
۳۵۔ ۱۹۲۴ء میں آپ کا شعری مجموعہ بانگ درا شائع ہوا۔
۳۶۔ سید وحید الدین نے علامہ اقبال کی حیات پر مبنی کتاب روز گارِ فقیر کے عنوان سے لکھی ہے۔
۳۷۔ جناب عبدالعلیم صدیقی نے علامہ اقبال کی تصنیف پیامِ مشرق کا منظوم اُردو ترجمہ خوب صورت انداز میں کیا۔
۳۸۔ ''یہ کلام اصلاح کا محتاج نہیں'' کلام اقبال کے متعلق یہ رائے شاعر مرزا داغ دہلوی نے دی تھی۔
۳۹۔ شیخ اعجاز احمد اور شیخ مختار احمد علامہ اقبال کے بھتیجے تھے۔
۴۰۔ علامہ اقبال کا شعری مجموعہ ارمغانِ حجاز آپ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔
۴۱۔ علامہ اقبال کی نمازِ جنازہ مولانا غلام مرشد نے پڑھائی تھی۔
۴۲۔ مزارِ اقبال کا ڈیزائن ماہرِ تعمیرات زین یار جنگ نے تخلیق کیا تھا۔
۴۳۔ ''دلی سے اقبال تک'' ڈاکٹر سید عبداللہ کی تصنیف ہے۔
۴۴۔ علامہ اقبال کے والدِ محترم جناب شیخ نور محمد کا انتقال ۱۷ اگست ۱۹۳۰ء کو ہوا۔

نیکی کی قوت

حضرت عمر رضی اللہ عنہہ نے فاتح ایران سعد بن وقاصؓ کو خط میں کچھ ہدایتیں لکھیں اور سب سے آخر میں لکھا:

''اے ابنِ وقاص! تم خود نیکی اور تقوے پر قائم رہو اور اپنی فوج کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کرو اور میری یہ بات یاد رکھو کہ اگر ہم نیکی اور تقوے سے اپنے دشمن پر غالب نہ آسکے تو انھیں اپنی فوجی قوت سے بھی مغلوب نہ کرسکیں گے۔'' ☆

آج

عباس العزم

بات یہ میری سُن لو آج
آج ترقی کا پیغام
کل پر مت ٹالو اب کام
آج کا ہر لمحہ انمول
آج جو ہو گے غافل تم
بعد میں پھر پچھتاؤ گے
آج کی تم اب قدر کرو
آج کی ہر محنت مقبول

علم کے موتی چُن لو آج
آج سے قائم صبح و شام
آج کرو اپنا سب کام
آج کرو مت ٹال مٹول
رہ جاؤ گے جاہل تم
لیکن ''آج'' نہ پاؤ گے
اپنی محنت نذر کرو
آج کے دامن میں ہے پھول

جو کرنا ہے ، کرلو آج
پھول سے دامن بھر لو آج

مذاق کا پچھتاوا

نیر شفقت

مانی چاچو گھر بھر کے بچوں کی پسندیدہ شخصیت تھے۔ انتہائی سنجیدہ سے مانی چاچو کو دیکھ کر کوئی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بچوں کی ہر دل عزیز شخصیت ہو سکتے ہیں۔ مانی چاچو بچپن میں انتہائی شریر اور چلبلے ہوا کرتے تھے اور کوئی ان کی شرارتوں اور مذاق سے بچ نہیں پاتا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ ان کے جڑواں بھائی عرفی کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ بس اس کے بعد سے ان کے اندر کا شریر بچہ مر گیا اور انھوں نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

ایک دن وہ اپنے چھوٹے سے باغیچے میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے کہ اچانک کھُسر پھُسر کی آوازوں نے ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی۔

''ہم میچ کھیلنے جائیں گے تو اس وقت تم مما کو فون کر دینا۔''

یہ فہد کی آواز تھی۔ انھوں نے ذرا سا آگے ہو کر دیکھا تو گیٹ کے پاس موتیے کی باڑ کے پیچھے ان کے بھانجے، بھتیجے بیٹھے کسی شرارت کی ''منصوبہ بندی'' کر رہے تھے۔ انھوں نے سوچا اور کان لگا کر سننے لگے۔

''کیا کہوں؟'' یہ آواز فیصل کی تھی۔

''کہنا کہ کھیلتے ہوئے فہد کے سر میں گیند لگ گئی ہے اور وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔'' فہد نے اسے ہدایت دی: ''یہ بھی کہہ دینا کہ ہم اسے اسپتال لے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فون بند کر دینا، ورنہ وہ اسپتال کا نام پتا پوچھیں گی۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد ہم آ کر انھیں بتا دیں گے کہ ہم نے تو انھیں ''اپریل فول'' بنایا ہے۔''

بچوں کی یہ باتیں سن کر انھیں ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے۔ تو کیا تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرائے گی؟ انھوں نے سوچا۔ کہانی وہی ہے، کردار بدل گئے ہیں، مگر نہیں......! میں اس تاریخ کو دہرانے نہیں دوں گا۔

انھوں نے چاروں کو آواز دی: ''سعد، فہد، فیصل، عاشر! یہاں آؤ۔'' اور وہ چاروں حاضر ہو گئے۔

''میں تم سب کو آج ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں۔''

چاروں چونک پڑے۔ کیا سنجیدہ سے چاچو کے پاس کوئی کہانی ہو سکتی ہے!

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا، پھر چاچو کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چاچو کچھ لمحے خاموش رہے، جیسے اپنے خیالات کو ترتیب دے رہے ہوں۔ پھر کہنے لگے:

''عمران اور عرفان جڑواں بھائی تھے۔ دونوں میں بے حد محبت تھی، لیکن لڑنا جھگڑنا بھی اتنا زیادہ تھا اور تم سب کو تو پتا ہے کہ جہاں محبت زیادہ ہو، وہاں لڑائی جھگڑا بھی زیادہ ہوتا ہے۔ گھر میں وہ دونوں جتنا مرضی لڑتے ہوں، لیکن گھر سے باہر اور اسکول میں وہ دونوں ایک دوسرے کی ڈھال تھے۔ عمران کی کسی سے لڑائی ہوتی تو عرفان اس کا بدلہ لینے کو آموجود ہوتا، عرفان کو کوئی کچھ کہہ دیتا تو عمران اس سے جھگڑنے کو تیار ہوتا۔ شرارتیں بھی وہ دونوں مل کر کرتے تھے۔

اس دن عمران کا فٹ بال کا فائنل میچ تھا۔ اس نے عرفان سے بھی چلنے کے لیے کہا تھا، لیکن صبح ہی صبح ان کے درمیان لڑائی ہوئی تھی، اس لیے عرفان نے عمران کا میچ دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ عمران اکیلا ہی میچ کھیلنے چلا گیا۔ کھیل شروع ہوا تو اسے بے چینی ہونے لگی۔ عرفان نہیں تھا تو اسے مزہ بھی نہیں آ رہا تھا۔ وقفے کے دوران اس کی نظر اپنے محلے کے ایک لڑکے امجد پر پڑی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو امجد نے ہاتھ ہلا دیا۔ عمران بھی جواباً مسکرا دیا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی، اس نے سوچا، آج یکم اپریل ہے، کیوں نہ عرفان کو بے وقوف بنا کر بلایا جائے۔

اس نے امجد کو اشارے سے بلایا، وہ قریب آیا تو عمران نے کہا: ''میرا ایک کام کرو گے؟''

''کیوں نہیں۔'' اس نے آمادگی ظاہر کی۔

''میرے گھر جاؤ اور عرفان سے کہو کہ میچ کھیلتے ہوئے عمران کی لڑکوں سے لڑائی ہو گئی ہے اور اس کا سر پھٹ گیا ہے۔'' امجد نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔

''آج یکم اپریل ہے نا۔'' عمران نے وضاحت کی تو امجد مسکرا دیا اور فوراً جانے پر آمادہ ہو گیا۔

''عرفان کے علاوہ تم کسی اور کو مت بتانا۔'' عمران نے اسے تاکید کی: ''بے وقوف صرف عرفان کو بنانا ہے، گھر والوں کو نہیں۔'' امجد نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا اور اپنی سائیکل پر گھر کی طرف چلا گیا۔ میدان ان کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔

گھر جا کر اس عرفان کو باہر بلایا اور وہی کچھ کہا، جو عمران نے کہا تھا، بلکہ کچھ مرچ مسالا بھی لگا دیا۔ لڑائی اپنی جگہ، عرفان یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ اس کے بھائی کو کوئی کچھ کہے۔ اس نے گھر میں کسی کو کچھ بتائے بغیر فوراً اپنی سائیکل نکالی اور امجد کے ساتھ میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ جلد از جلد عمران تک پہنچ جانا چاہتا تھا، لہٰذا سائیکل تیز رفتاری سے اور اندھا دھند چلا رہا تھا۔ تیز رفتاری اور غصے کے باعث موڑ کاٹتے ہوئے سامنے سے آتی کار اسے نظر نہ آئی اور......''

اس سے آگے مانی چاچو سے کچھ بولا نہیں گیا۔ آنسو بڑے تواتر سے ان کے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ مانی چاچو ہمت کر کے پھر بولے:

''یہ پچھتاوا کسی طور مجھے چین نہیں لینے دیتا کہ میرے مذاق نے میرا جڑواں بھائی مجھ سے چھین لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں اور ہمارا یقین بھی یہی ہے کہ اس کی اتنی ہی عمر تھی، لیکن پھر بھی پشیمانی ہے جو کم نہیں ہوتی۔ ویسے بھی اپریل فول ہماری روایت نہیں ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیں مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے اور ہم نادان لوگ نہ صرف اللہ کے گناہ گار ہوتے ہیں، بلکہ اس فرسودہ روایت پر عمل کر کے دشمنوں کو خوش بھی کرتے ہیں۔

تم سب وعدہ کرو، آئندہ کبھی اپریل فول منانے کے بارے میں بھولے سے بھی نہیں سوچو گے۔'' مانی چاچو نے کسی کو شرمندہ کیے بغیر سبھی بچوں کو نصیحت کی۔ فہد، سعد، فیصل اور عاشر شرمندہ تھے، مگر دل میں وہ مانی چاچو کی بات ماننے کا عہد کر چکے تھے۔

''ہم وعدہ کرتے ہیں ماموں!''

''ہم وعدہ کرتے ہیں چاچو!''

مانی کو اپنے پچھتاوے کم ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ ☆

میں تمھاری زبان ہوں

شہید حکیم محمد سعید

نونہالو! میں تمھاری زبان ہوں اور کئی کام کرتی ہوں۔ بولنے میں، کھانے میں، ذائقہ چکھنے میں اور غذا کو نگلنے میں مدد دیتی ہوں۔ زبان میں کڑوے، تُرش (کھٹے)، نمکین اور میٹھے ذائقے کی پہچان کے لیے چار کلیاں ہوتی ہیں۔ انھی کو ذائقے کی کلیاں کہتے ہیں۔

اب میں تمھیں ایک نکتہ سمجھا دوں۔ طبی زبان میں ذائقے سے مراد یہی ہے کہ کوئی چیز

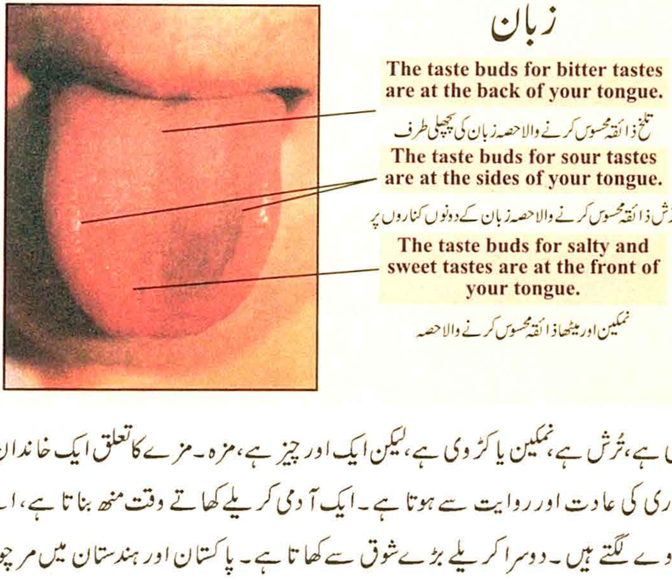

میٹھی ہے، تُرش ہے، نمکین یا کڑوی ہے، لیکن ایک اور چیز ہے، مزہ۔ مزے کا تعلق ایک خاندان یا برادری کی عادت اور روایت سے ہوتا ہے۔ ایک آدمی کریلے کھاتے وقت منھ بناتا ہے، اسے کڑوے لگتے ہیں۔ دوسرا کریلے بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ پاکستان اور ہندستان میں مرچوں کے بغیر کوئی کھانا نہیں پکتا، یورپ میں اکثر لوگ مرچوں والا کھانا نہیں کھاتے۔ ہمارے ہاں شکر کے بغیر کوئی چاے پیتا ہی نہیں۔ پورا یورپ اور تمام چین پھیکی چائے پیتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی ذائقے کی حس بہت تیز ہوتی ہے، لیکن اس وقت وہ کڑوی، تُرش اور نمکین غذا کھاتے وقت منھ بناتے ہیں۔ بعد میں گھر میں جو غذا انھیں دی جاتی ہے، اس سے ان کی عادت بدل جاتی ہے۔

تم زبان کی نوک پر ذرا ذرا آئس کریم رکھ کر مزے مزے سے کھاتے ہو۔ یاد رکھو، مٹھاس کی کلی زبان کی نوک پر ہوتی ہے، ہم جسے ذائقہ کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ سونگھنے اور خوش بو کا بھی بڑا دخل ہے۔ بچے گھر کے صحن میں کھیل رہے ہوتے ہیں، باورچی خانے میں کچھ پک رہا ہوتا ہے۔ فوراً انھیں اندازہ ہوجاتا ہے کہ کیا پک رہا ہے۔ اگر ان کے پسند کا کھانا ہو تو منھ میں پانی آجاتا ہے۔

نونہالو! زبان پر میل کی تہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا ہاضمہ ٹھیک نہیں۔ اگر تہ میں کچھ زردی ہو تو یہ بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ معدے میں کچھ تیزابیت ہے۔

نونہالو! زبان کی تن درستی کے لیے منھ کو ہر وقت صاف رکھو اور ہاضمے کو خراب نہ ہونے دو۔

دنیا کی سب سے چھوٹی وھیل شارک

ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ نے دنیا کی سب سے چھوٹی پندرہ انچ لمبی وھیل شارک پکڑی ہے۔ اس کی لمبائی کی پیمایش اور تصویریں لینے کے بعد اسے دوبارہ سمندر میں چھوڑ دیا گیا۔ یہ بے ضرر قسم کی شارک اپنی خوراک سمندری پانی سے حاصل کرتی ہے اور اس کا قد چالیس فیٹ تک لمبا ہوسکتا ہے۔ یہ وھیل شارک رکارڈ پر آنے والی دنیا کی تمام شارکس میں سے چھوٹی ہے اور محققین اس پر اپنی تحقیقات اس کے زندہ رہنے تک جاری رکھیں گے۔ ماہرین کے مطابق وھیل شارک کی عمر ۶۰ سے ۱۰۰ سال تک ہوسکتی ہے۔

مسکراتی لکیریں

''اے لڑکے! کیا تم کو معلوم نہیں کہ دیوار پر لکھنا بُری بات ہے؟''

''ارے خالہ! اسی لیے تو لکھ رہا ہوں تاکہ لوگ آپ کی دیوار کو صاف رکھیں۔''

جھیلیں کیسے بنتی ہیں؟

جھیلیں دراصل بہت بڑی بڑی خالی جگہیں یا گڑھے ہوتے ہیں، جو بارش کے پانی یا دریاؤں اور ندیوں کے ذریعے سے آنے والے پانی سے بھر جاتے ہیں۔ جھیلیں عام طور پر اس وقت بنتی ہیں جب گلیشیر، دریا، آندھی یا زمین کی سطح کے نیچے قدرتی تبدیلیاں زمین کی سطح پر گھاٹی یا گڑھے پیدا کردیں۔ بعض جھیلیں اس وقت بھی بنتی ہیں، جب پانی کسی رکاوٹ کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ پاتا، مثلاً گلیشیر کے نتیجے میں بہ کر آنے والی چٹان کی وجہ سے یا پھر آتش فشاں سے بہ کر آنے والے لاوے کے ٹھنڈے ہو کر سخت چٹان کی صورت اختیار کرنے پر پانی آگے نہیں بڑھ پاتا اور ایک ہی جگہ جمع ہو جاتا ہے، جسے ہم جھیل کہتے ہیں۔

مشرقی یورپ میں ''بحرِ مردار'' میں گرنے والے دریا اپنے ساتھ نمک کی بہت بڑی مقدار بہا کر لے آتے ہیں، لہٰذا ان دریاؤں کا پانی سمندر کے پانی سے ۸ گنا زیادہ نمکین ہوتا ہے۔ اس نمکین پانی کی سطح پر لوگ بڑی آسانی سے تیرتے ہیں۔

مشرقی افریقہ میں تنگ، طویل اور گہری جھیلوں کا ایک سلسلہ ہے، جس میں جھیل وکٹوریا، جھیل ملاوی، جھیل ٹنگا نائیکا اور جھیل نکورو شامل ہیں۔ جھیل ''نکورو'' ہزاروں خوب صورت گلابی رنگ کے فلیمنگو (FLAMINGO) کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ فلیمنگو لمبی گردن، لمبی ٹانگوں، جھلی دار پاؤں اور مڑی ہوئی چونچ والا پرندہ ہے، جس کے پر گلابی سے لے کر خالص نارنجی تک کے ہوتے ہیں۔

حکیم کبوتر والے

م۔ندیم (علیگ)

ان کا نام تو کچھ اور تھا، لیکن وہ حکیم کبوتر والے کے نام سے مشہور تھے، کیوں کہ حکیم صاحب کو کبوتر پالنے کا شوق تھا۔ مریضوں کو دیکھنے کے بعد ان کا زیادہ تر وقت اپنے پیارے کبوتروں کی دیکھ بھال میں گزرتا تھا۔

حکیم صاحب اپنی وضع قطع سے بالکل علی بابا لگتے تھے۔ بدن پر ڈھیلا ڈھالا سا کھدر کا کُرتا، شلوار نما پاجامہ یا پاجامے نما شلوار، پیروں میں پرانی وضع کی سلیم شاہی جوتیاں اور سر پر

پگڑی۔ ان کا بدن چھریرا تھا۔ چہرہ پتلا اور خوب صورت سی داڑھی، رنگ گورا، آنکھیں چمک دار، آواز کڑک دار۔ بار بار گول کمانیوں والے چشمے کو ناک کے اوپر سرکاتے، جو نیچے سرک آتا تھا۔

حکیم صاحب نے اپنے پرانے زمانے کے کچے پکے سے مکان میں باہر کی بیٹھک کو مطب خانہ بنا لیا تھا۔ اندر والے حصے میں آنگن میں کبوتروں کے کابک تھے اور دالان میں حکیم صاحب کی چارپائی۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ حکیم صاحب کسی مریض کی نبض بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں اور حال سن رہے ہیں کہ پٹ سے چڑیا کا کوئی بچہ گھونسلے سے حکیم صاحب کے صافے پر آن گرا۔ بات یہ تھی کہ بیٹھک کچی تھی۔ اس کی چھت میں چڑیوں نے گھونسلے بنا رکھے تھے۔ حکیم صاحب ''جیو اور جینے دو'' کے قائل تھے۔ ان کو کبھی ان چڑیوں سے شکایت نہیں ہوئی اور شاید چڑیوں کو بھی حکیم صاحب سے کوئی شکایت نہ تھی، ورنہ وہ ان کے مطب میں اپنے گھونسلے کیوں بناتیں۔

اب حکیم صاحب نے اس مریض کی نبض چھوڑ دی اور فوراً اس چڑیا کے بچے کے حال کی طرف توجہ فرمائی اور کسی مریض کے ساتھی کو حکم دیا کہ چڑیا کے بچے کو گھونسلے میں واپس بخیر و عافیت پہنچا دے۔

حکیم صاحب کے حکم کی فوراً تعمیل کی جاتی اور بڑے اہتمام کے ساتھ چڑیا کے بچے کو واپس گھونسلے میں پہنچا دیا جاتا، لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بچہ کسی دوسری چڑیا کے گھونسلے میں پہنچ جاتا۔

حکیم صاحب کے ہاتھ میں اللہ نے بڑی شفا دی تھی۔ نزدیک اور دور سے بہت مریض آتے تھے۔ حکیم صاحب ہر مریض کو چاہے وہ امیر ہو یا غریب، اس کی باری آنے پر بہت توجہ سے دیکھتے اور بڑے صبر کے ساتھ اس کا حال سنتے۔ ان کا نسخہ بہت سستا ہوتا تھا۔ اکثر دوائیں تو وہ اپنے دواخانے سے ہی دیتے تھے۔ حکیم صاحب کی ایک خصوصیت اور تھی۔ وہ یہ کہ کسی مریض کو گھر پر دیکھنے نہیں جاتے تھے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے ان کے مطب میں آئے

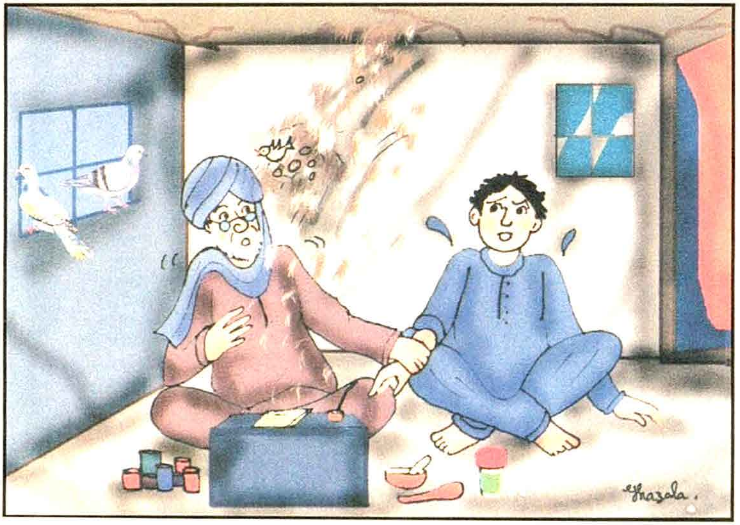

ہوئے مریضوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

حکیم صاحب اکیلے تھے۔ان کے بیوی بچے نہیں تھے۔بس وہ تھے،ان کے کبوتر اور ایک ان کا ہی ہم عمر نوکر، جو ان کے ساتھ رہتا تھا۔اس کا نام مالک تھا۔وہ ان کا بیک وقت باورچی، کمپاؤنڈر اور دوست، سب کچھ تھا اور حکیم صاحب سے اس طرح سے بات کرتا تھا، جیسے حکیم صاحب اس کے مالک نہیں بلکہ وہ حکیم صاحب کا مالک ہے۔وہ حکیم صاحب سے اچھے کپڑے پہنتا تھا اور دیکھنے میں اصل مالک وہی لگتا تھا۔کچھ بھی ہو، وہ ان کا پرانا نوکر تھا اور بہت وفادار۔حکیم صاحب ہمیشہ اس سے نرمی سے مخاطب ہوتے اور ''میاں مالک'' کہہ کر پکارتے تھے۔

کہتے ہیں کہ حکیم صاحب کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔یہ ان کی جوانی کا قصہ ہے۔ ایک بار بہت بارش ہوئی۔ان کا کچا مکان طوفانی بارش میں بیٹھ گیا۔ان کی بیوی اور اکلوتا بیٹا اس میں دب کر فوت ہو گئے تھے۔اس کے بعد حکیم صاحب نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔پھر دوبارہ

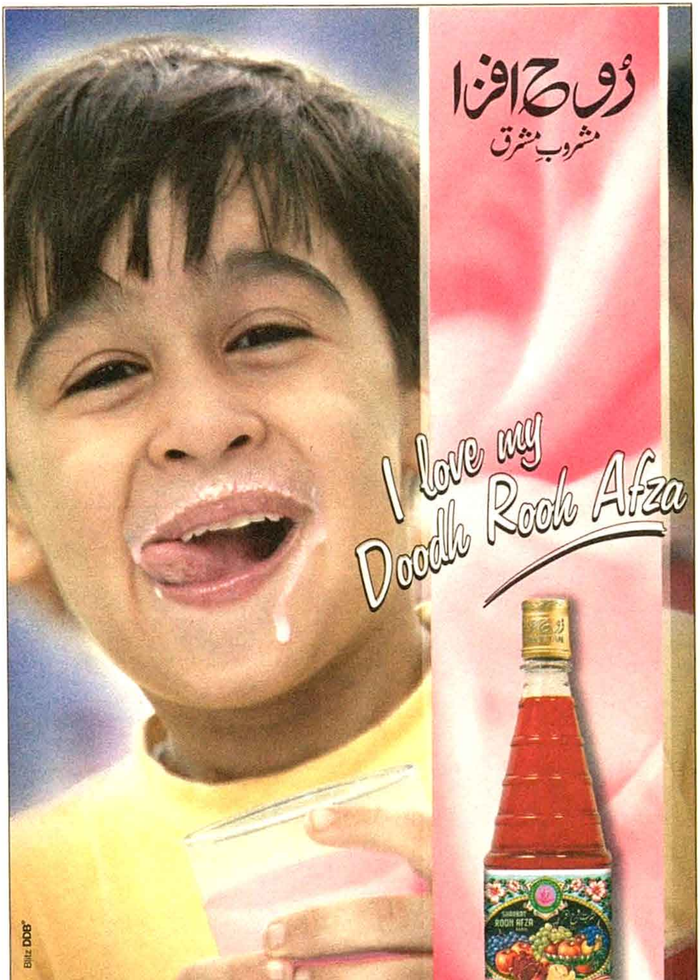
روح افزا
مشروبِ مشرق
I love my
Doodh Rooh Afza
Blitz DDB
National Brands of the year Award 2006-07
Export Brands of the year Award 2006-07
SGS
Hamdard
SGS
Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
ISO 9001: 2000 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4, Email: hamdard@khi.paknet.com.pk, www.hamdard.com.pk

مطب قائم کیا۔ اب وہ دنیا میں رہ کر بھی دنیا والوں سے الگ تھے، مگر خدمتِ خلق کرتے تھے۔

صبح سے دوپہر تک مریضوں کی آمدورفت رہتی۔ حکیم صاحب اور مالک کو فرصت نہیں ملتی تھی۔ شام کو مطب بند ہو جاتا تھا۔ مدتوں سے حکیم صاحب کا مطب اسی انداز سے چل رہا تھا۔ آمدنی کافی تھی، لیکن حکیم صاحب کے رہن سہن اور زندگی کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ حکیم صاحب کا کوئی رشتے دار بھی نہیں تھا۔ وہ کسی کے ہاں شادی بیاہ کے موقعے پر بھی جاتے نہیں دیکھے گئے تھے۔ محلے والوں کا خیال تھا کہ حکیم صاحب نہایت کنجوس قسم کے انسان ہیں۔ ان کے گھر میں بہت دولت ہے۔ وہ اس کی رکھوالی کرتے ہیں اور کسی کو اپنے گھر میں نہیں آنے دیتے۔

حکیم صاحب ہفتے میں ایک دن یعنی جمعے کو مطب کی چھٹی رکھتے تھے اور باہر نکلتے تھے۔ کہاں جاتے تھے، یہ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ سارا کام ان کا خادم ''مالک'' ہی کرتا تھا۔

حکیم صاحب کی عمر ستر سال کی ہو چکی تھی۔ کبھی کبھی بیمار بھی پڑ جاتے تھے۔ ایک دن صبح مریضوں کو دیکھنے باہر نکلے تو بولے: ''بھائیو! اب ایسا لگتا ہے کہ میں آپ لوگوں کی بہت دن تک خدمت نہیں کر سکوں گا۔ اب مجھ پر کوئی دوا اثر نہیں کر رہی ہے۔ جب انسان ناکارہ ہو جائے تو اسے دنیا چھوڑ دینی چاہیے۔''

''ارے حکیم صاحب! اللہ آپ کو سو سال تک زندہ سلامت رکھے۔ ہم غریبوں کے آپ مسیحا ہیں۔''

''ارے میاں! اب تو مسیحا خود بیمار ہے۔''

اس دن جیسے تیسے کر کے مریضوں کو نمٹایا۔ دوپہر ہو چکی تھی۔ گھر کے اندر گئے۔ مالک نے چائے بنا کر دی۔ آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو شام ہونے کو تھی۔ مالک نے حسبِ معمول کبوتروں کو دانہ کھلا کر بند کر دیا تھا۔ حکیم صاحب نے کہا: ''آج تمھارے کسی عزیز کی بیٹی کی شادی ہے نا؟ جاؤ بھائی! ضرور شرکت کرو۔ ہاں، کچھ لے لیا ہے دینے کو؟ اللہ مبارک کرے۔''

حکیم صاحب کو بخار تھا۔ مالک ان کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا، لیکن حکیم صاحب کے اصرار پر وہ اس خیال سے چلا گیا کہ جلدی واپس آ جائے گا۔

اس دوران تیز آندھی آ گئی۔ بارش ہونے لگی اور بجلی کڑ کنے لگی۔ چار چور بہت دنوں سے موقعے کی تلاش میں تھے۔ آج ان کو موقع مل گیا تھا۔ چاروں اپنے منھ پر ڈھاٹے باندھے اندر آ گئے۔ سرہانے رکھی لالٹین کی روشنی میں حکیم صاحب نے ان کو دیکھا تو تیز بخار میں وہ ان کو ملک الموت سمجھے، مگر جب چوروں نے ان سے کڑک کر کہا تو وہ اصلیت سمجھ گئے:

''مال کہاں چھپا رکھا ہے۔ بتاؤ، ورنہ تمھارا گلا دبا دیں گے۔''

حکیم صاحب نے کہا: ''جس مال کی تلاش میں آئے ہو، وہ بہت دور جا چکا ہے۔''

''کہاں ہے چابی نکال بڈھے؟ ورنہ تیری خیر نہیں۔'' ایک چور نے ان کا گلا پکڑا، مگر بخار اتنا تیز تھا کہ فوراً ہی اس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

حکیم صاحب نے سرہانے سے چابی نکال کر دے دی: ''لو! یہ ہے چابی۔ کوٹھری میں میری تمام عمر کی کمائی بند ہے۔ جوتوں کے ڈبے ہیں، ان میں ہے۔''

چابیاں جھپٹ کر کوٹھری کا تالا کھولا گیا۔ ساری کوٹھری میں چاروں طرف جوتے کے گتے کے ڈبے بھرے پڑے تھے۔ چوروں نے خیال کیا کہ واقعی ان ڈبوں میں حکیم صاحب نے نوٹوں کی گڈیاں چھپا رکھی ہیں۔

مگر ان ڈبوں میں نوٹوں کے بجائے خطوط، اور منی آرڈر کی رسیدیں تھیں۔ حکیم صاحب اپنی ساری آمدنی یتیموں، بیواؤں اور ضرورت مندوں کو منی آرڈر سے بھیجا کرتے تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت مطب کے بعد اس کام میں گزرتا تھا۔ وہ یہ کام بہت رازداری اور خاموشی کے ساتھ برسوں سے انجام دے رہے تھے۔

ایک چور نے غصے میں ان کی گردن پکڑ کر کہا: ''سچ سچ بتاؤ! تم نے اپنی دولت کہاں چھپا رکھی ہے؟''

''ارے بے وقوفو! عقل کے اندھو! میں جھوٹ نہیں کہتا۔ میری عمر بھر کی ساری دولت یہی ہے۔ میں جو کچھ کماتا تھا، اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتا تھا۔ مجھے تو اپنے لیے صرف ایک جوڑا کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روٹی چاہیے تھی۔ میں جانتا تھا کہ دولت اکٹھا کرنا مصیبت ہے۔ چورا چکے لگ جاتے ہیں۔ دیکھو! میری چارپائی کے نیچے جو بکس ہے، اس میں دو پرانے جوڑے ہیں۔ میرا گاڑھے کا کفن ہے، یہی ہے میری دولت۔ تم چاہو تو میرا کفن لے جا سکتے ہو۔ اسے بیچ کر چند روپے تم کو حاصل ہو جائیں گے۔''

ایک چور نے جلدی سے چارپائی کے نیچے سے ٹین کا بکس کھینچا۔ واقعی اس میں دو پرانے جوڑے اور گاڑھے کا کفن تھا۔ چوروں کو ایک نامعلوم سے خوف نے گھیر لیا۔ وہ شرمندہ بھی ہوئے اور خوف زدہ بھی۔ وہ جلد سے جلد گھبرا کر وہاں سے بھاگے۔

جب مالک واپس آیا تو اس نے سارے گھر کو الٹ پلٹ پایا۔ اس کی سمجھ میں جلد ہی ساری بات آ گئی، مگر وہ مطمئن تھا کہ چوروں کو لے جانے کے لیے کچھ بھی نہیں ملا ہوگا، مگر حکیم صاحب کچھ کہنے سننے کے لیے زندہ نہ رہے تھے۔ شاید اس راز سے پردہ اٹھ جانے کا ان کو دلی صدمہ ہوا تھا۔

دوسرے روز حکیم کبوتر والے کا جنازہ اٹھا تو ساری خلقت شریک تھی اور اس کے ساتھ ان کی خود ساختہ کنجوسی کے راز سے بھی پردہ اٹھ چکا تھا۔ حکیم صاحب کی بے لوث خدمتِ خلق اور غریب پروری کا ہر زبان پر چرچا تھا اور وہ لوگ جو ان کی برائی کرتے تھے، دل سے شرمندہ تھے۔

اب حکیم صاحب کے مکان میں مالک میاں اور ان کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔ حکیم صاحب کی وصیت کے مطابق یہ مکان مالک میاں کو ملا تھا۔ حکیم صاحب کی یہ کہانی میں نے خود مالک میاں کی زبانی سنی تھی۔

☆☆☆

کاش

قیصر شمیم، کولکاتا

کاش کبھی ایسا ہو یا رب!
میں بادل بن جاؤں
طائر تیریں جیسے ہوا میں
اسی طرح میں تیروں
اوپر سے گزروں جس دم
نیچے ہر سُو دیکھوں
سوکھی دھرتی دیکھوں جہاں بھی
اس پر جم کر برسوں
پی لے دھرتی میرا پانی
پھر میں فصل اگاؤں
کاش کبھی ایسا ہو یا رب!
میں بادل بن جاؤں

ماں کی نصیحت

انعم نثار، فیصل آباد

شہید حکیم محمد سعید اٹلی میں تھے، جب ان کو والدۂ محترمہ کی سخت علالت کی اطلاع ملی۔ وہ دہلی پہنچے۔ حکیم صاحب کی والدہ محترمہ نے جو آخری باتیں کیں، تمام زندگی حکیم صاحب نے اُن پر عمل کیا۔

☆ اپنی صحت کا خیال رکھنا، تا کہ خدمت کی راہ میں کوئی رخنہ نہ آئے۔

☆ زندگی بھر کسی سے انتقام نہ لینا۔ انتقام کے جذبات صحت اور عقل دونوں کو بگاڑ دیتے ہیں۔

☆ لوگوں کو برائی کرنے دینا۔ تم برائی کرنے والوں سے اچھائی کرنا۔

☆ خدمت کر کے غرور نہ کرنا، اظہار نہ کرنا۔

☆ غربت راز میں رہے تو اچھا ہے۔ شکایت نہ کرنا، نہ کرنے دینا۔

☆ علم کی باگ ڈور ہمیشہ سنبھالے رکھنا۔ عالم کو بزرگ مانتے رہنا۔

☆ تم دونوں بھائی عظیم ہو، عظیم رہنا۔

حکیم صاحب نے کہا تھا:

''نونہالو! تم اپنی ماں کی بڑی عزت کرنا، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ تم یہ بات یاد رکھنا اور اپنی ماں کی سب سے زیادہ عزت کرنا۔ میں نے بھی ماں کی عزت کر کے دنیا میں جنت پالی ہے۔''

زندگی

خدیجہ زاہد، کراچی

- زندگی میں غم ہیں، انھیں جھیل کر گزارو۔
- زندگی ایک قرض ہے، اسے خوبی سے ادا کرو۔
- زندگی فانی ہے، اسے اچھے عمل کر کے گزارو۔

بڑے باپ کا بیٹا

مرسلہ: شاہ زیب اسلم، کراچی

تحریکِ پاکستان کے ہر دل عزیز رہنما سردار عبدالرب نشتر کے صاحب زادے جناب جمیل نشتر نیشنل بینک آف پاکستان کے

مینجنگ ڈائرکٹر تھے۔ اس عہدے کے بعد ان کا زرعی ترقیاتی بینک میں تبادلہ ہو گیا اور اس کے چیئرمین کی حیثیت سے اسلام آباد چلے گئے۔

کچھ دنوں بعد جمیل نشتر پھر کراچی آئے۔ انھیں نیشنل بینک بلڈنگ کی چھٹی منزل پر کسی اجلاس میں شرکت کرنی تھی۔ وہاں افسروں کے لیے الگ لفٹ موجود تھی، مگر جمیل نشتر اس لفٹ کے بجائے عام لفٹ سے اوپر جانے لگے۔ عام لفٹ میں بہت ہجوم تھا۔ کسی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: ''سر! آپ مخصوص لفٹ سے تشریف کیوں نہیں لے جا رہے ہیں؟ اس میں زحمت نہ ہو گی۔'' جمیل نشتر نے انکسار سے کہا: ''بھئی! اب میں اس بینک کا صدر نہیں ہوں۔''

وہ بھی تو حکمراں تھے

مرسلہ: شمائلہ خاور، دستگیر

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک وفد آیا۔ وفد میں چند بوڑھوں کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا۔ نوجوان نے زبان کھولی اور اپنے وفد کی نمائندگی میں کچھ کہنے لگا۔ عمر بن عبدالعزیز نے نوجوان کو ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے کا حکم دیا اور کہا: ''نوجوان! تم خاموش رہو، کسی بزرگ کو بولنے کا موقع دو۔''

نوجوان نے جواب دیا: ''امیر المومنین! عقل و دانش کا تعلق عمر سے نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو آج خلافت کی مسند پر آپ کی جگہ کوئی بوڑھا شخص بیٹھا ہوتا۔''

عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ''نوجوان! تم صحیح کہتے ہو، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ تم اپنے وفد کی نمائندگی میں جو کچھ بھی کہنا چاہتے ہو، آزادانہ کہو، میں سنوں گا۔''

سرزمین عدل

مرسلہ: حسن فیروز قریشی، کراچی

بصرے کے قاضی سوار بن عبداللہ کی عدالت میں ایک سوداگر اور ایک سائیس کے درمیان زمین کا مقدمہ چل رہا تھا۔ خلیفہ منصور نے قاضی کو لکھا کہ فیصلہ سائیس کے حق میں دینا۔ قاضی نے جواب میں لکھا: ''مجھے جو گواہیاں ملی ہیں، وہ سوداگر کی تائید میں ہیں۔ میں گواہوں کے خلاف فیصلہ کیسے دے سکتا ہوں؟''

منصور نے لکھا: ''کچھ بھی ہو، تمھیں فیصلہ سائیس کے حق میں دینا ہوگا۔''

قاضی نے جواب دیا: ''جی نہیں، میرا فیصلہ سوداگر کے حق میں ہوگا، کیوں کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔''

یہ جواب منصور کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: ''اللہ کا شکر ہے، اس نے قاضی صاحب کو عدل پر قائم رکھا۔''

ڈر

مرسلہ: اسماء منیر فہد

ایک خاتون نے اپنے مرغی خانے میں مرغیوں سے کہا: ''تمھاری غذا بہت مہنگی ہو گئی ہے، کل سے ہر مرغی دو، دو انڈے دے گی ورنہ اسے ذبح کر دوں گی۔''

دوسرے دن ہر مرغی نے دو، دو انڈے دیے، لیکن ایک نے صرف ایک انڈا دیا۔

خاتون غصے سے بولی: ''تجھے ذبح کر دوں گی۔ تُو نے ایک انڈا دیا ہے۔''

جواب ملا: ''مالکن! یہ انڈا بھی میں نے آپ کے ڈر سے دیا ہے، ورنہ میں تو مرغا ہوں۔''

دوستی

مرسلہ: بشریٰ زکاء اللہ خان، حیدر آباد

☆ دوستی ایک پاک اور مقدس رشتے کا نام ہے۔ ☆ سچی دوستی خوش نصیبوں کو ملتی ہے۔ ☆ وہ لوگ قابل تعریف ہیں، جو دوستی کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ ☆ جس کا کوئی دوست نہیں ہوتا وہ تنہا، بے یار و مدد گار، اُداس اور غیر مطمئن رہتا ہے۔ ☆ اچھا دوست، قدرت کا بہترین تحفہ ہے۔ ☆ دوستی کو نبھانا اتنا ہی مشکل ہے، جتنا کسی آئے ہوئے طوفان کو روکنا۔ ☆ دوست کی پہچان آزمایش یا مصیبت میں ہوتی ہے۔ ☆ دوستی کنول کا وہ پھول ہے، جو خلوص کی جھیل میں کھلتا ہے۔ ☆ دوستی کرو اہلِ علم کے ساتھ اور کام آؤ خلوص کے ساتھ ☆ دوستی دو دلوں کا حسین ساز ہوتی ہے۔ ☆ سچی دوستی نباہنے کے لیے بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔ ☆ دوستی کی کشتی میں پہلا سوراخ شک کا ہوتا ہے۔ ☆ دوستی کی مٹھاس کو صرف ایک دفعہ کی رنجش ہمیشہ کے لیے زہریلا کر دیتی ہے۔

عروج وزوال

مرسلہ: وجیہہ انور جاوید ہاشمی، کراچی

عباسی خلیفہ ابراہیم بن مہدی گھوڑے پر گزر رہا تھا۔ ایک شخص معتصم باللہ اچانک اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے ابراہیم کا ہاتھ چوما اور اپنے لڑکے کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کیا: ''خلیفۃ المومنین! یہ میرا لڑکا ہارون ہے، آپ کا غلام۔'' ابراہیم نے حکم دیا کہ ہارون کو خزانے سے دس ہزار درہم دے دیے جائیں۔

کچھ عرصے بعد ابراہیم معزول ہو گیا اور معتصم باللہ خلیفہ بنا۔ معتصم ایک روز اسی مقام سے گھوڑے پر گزر رہا تھا کہ ابراہیم بن مہدی اچانک اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے معتصم کا ہاتھ چوما اور اپنے لڑکے کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کیا: ''خلیفۃ المومنین! یہ میرا لڑکا ہبیت اللہ ہے، آپ کا غلام۔''

معتصم باللہ نے حکم دیا: ''ہبیت اللہ کو خزانے سے دس ہزار درہم دے دیے جائیں۔''

قبر کی مٹی

مرسلہ: حیات محمد، نواب شاہ

مشہور صوفی اور بزرگ ابوالحسن خرقانی سے محمود غزنوی کو بڑی عقیدت تھی۔ یہ بزرگ ایک ایسی جگہ سے گزرے، جہاں بہت سارے بچے کھیل رہے تھے اور شور مچا مچا کر گرد اُڑا رہے تھے۔ ابوالحسن نے انھیں منع کیا: ''بچو! ذرا دم لو اور مجھے گزر جانے دو۔''

کسی بچے نے کہا: ''آپ نکل جائیں، آپ کو روکتا کون ہے؟ بہت سارا راستہ پڑا ہے۔'' ابوالحسن نے انھیں جواب دیا: ''میں راستے کی تنگی کی بات نہیں کر رہا ہوں، مٹی سے بچنے کی بات کر رہا ہوں۔ گرد وغبار نہ اُڑاؤ۔''

ایک شوخ اور شریر بچے نے ابوالحسن پر طنز کیا: ''حضرت! مٹی سے بچنا چاہتے ہیں، خوب، بابا! قبر کی مٹی سے کس طرح بچو گے؟''

ابوالحسن حیران رہ گئے۔ بڑھ کر بچے کا منہ چوم لیا۔ بولے: ''تو ہم سے زیادہ صاحبِ نظر ہے، خوب۔''

☆

بلاعنوان انعامی کہانی

حسن ذکی کاظمی

پرانی کتابوں کی یہ دکان زیادہ بڑی تو نہ تھی، لیکن اس میں کتابیں بہت اچھی مل جاتی تھیں۔ بچوں کی دل چسپی کی، طالب علموں کے مطلب کی۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں صبح سے شام تک ہر عمر اور ہر حیثیت کے گاہک جمع رہتے تھے۔ کتابیں تو اس دکان میں مزے دار ہوتی ہی تھیں، لیکن ایک بات اور بھی تھی جس کی وجہ سے ہر وقت یہاں گاہک نظر آتے تھے۔ وہ بات یہ تھی کہ دکان کے مالک نیاز صاحب ہر آنے والے سے بڑے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ جو بھی دو چار بار ان کی دکان میں آیا، بس ان کا دوست بن گیا اور اس دوستی کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں تھی۔ وقار احمد خاں پچھتر سال سے اوپر تھے، وہ بھی نیاز صاحب کے دوست تھے۔ حسن میاں ایم۔ اے کے طالب علم تھے، وہ بھی ان کے دوستوں میں شامل تھے اور سلیم کی عمر چودہ سال سے بھی کم تھی، لیکن اس کا نام بھی نیاز صاحب کے دوستوں کی فہرست میں شامل تھا۔ دراصل نیاز صاحب کو یہ کمال حاصل تھا کہ ہر کسی سے اس کی سمجھ بوجھ کے مطابق بات کرتے تھے، اسی لیے جلدی سے دوستی ہو جاتی تھی۔

ایک دن وقار احمد شیلف میں رکھی ہوئی کتابوں کو ایک ایک کر کے دیکھ رہے تھے کہ کون سی کتاب ان کے مطلب کی ہے۔ اچانک ان کے کان میں نیاز صاحب کا یہ جملہ پڑا: ''برخوردار! تم کون سے پندرہ روپے لے کر بھاگ جاؤ گے۔ اس وقت کم ہیں تو پھر دے دینا۔ ساری کتابیں لیتے جاؤ۔''

وقار احمد نے گردن موڑ کر دیکھا تو کاؤنٹر پر نیاز صاحب کے پاس تیرہ چودہ سال کا ایک لڑکا کھڑا تھا۔

نیاز صاحب کی بات سن کر لڑکے نے جواب دیا: ''انکل! کیسے لے جاؤں؟ آپ نے خود ہی تو لکھ کر لگایا ہے کہ قرض محبت کی قینچی ہے۔ میں آپ سے دوستی تھوڑا ہی ختم کرنا چاہتا ہوں، جو اُدھار لوں۔''

نیاز صاحب ہنسے اور کہنے لگے: ''برخوردار! تم بھی بڑے حاضر جواب ہو۔ اچھا چلو، پندرہ

رپے رعایت۔ اب تو خوش ہو؟''

لڑکے نے شکریہ ادا کیا، کتابیں سمیٹیں اور دکان سے باہر چلا گیا۔ وقار صاحب کو لڑکے کی باتوں میں دل چسپی محسوس ہوئی۔ وہ نیاز صاحب کے پاس آئے اور بولے: ''نیاز صاحب! یہ بچہ کون تھا؟''

نیاز صاحب مسکرائے اور انھوں نے بتانا شروع کیا: ''ارے وقار بھائی! کچھ نہ پوچھیے۔ بلا کا ذہین اور پڑھنے کا شوقین بچہ ہے۔ ماشاءاللہ...... کسی کی نظر نہ لگے، یہ ہفتے میں ایک دن آتا ہے اور بچوں کی کتابیں چھانٹ کر لے جاتا ہے۔ کتابیں بھی ایسی چھانٹتا ہے کہ میں دل ہی دل میں گھنٹوں اس کی پسند کی داد دیتا رہتا ہوں۔ غریب کی اولاد ہے۔ کاش! اسے زندگی میں اچھا موقع مل جائے تو یہ بہت کچھ کرلے گا۔ اس بچے کا نام ہے سلیم حسن۔''

وقار صاحب بولے: ''نیاز صاحب! بچے کی زبان سے دو جملے سن کر اور آپ کی زبانی اس کی تعریف سن کر دل چاہنے لگا ہے کہ اس سے کچھ دیر باتیں کروں۔''

نیاز صاحب خوش ہو کر بولے: ''ہاں ہاں، کیوں نہیں۔''

''مجھے یقین ہے، آپ اس سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ میں اس کے گھر پیغام بھیج دوں گا کہ کل شام آ جاؤ۔ آپ بھی آ جائیے۔ ملاقات ہو جائے گی۔ کہیے، ٹھیک رہے گا؟''

وقار صاحب نے کہا: ''ٹھیک ہے۔'' اور پھر وہ دکان سے باہر چلے گئے۔

دوسرے دن وقار احمد، نیاز صاحب کی دکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سلیم حسن وہاں پہلے سے موجود ہے۔ وقار احمد نے گھڑی دیکھی تو سوا سات بج رہے تھے۔ سلیم نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا اور بولے: ''اچھا تم آ گئے۔ زیادہ دیر تو نہیں ہوئی آئے ہوئے؟''

سلیم نے کہا: ''انکل نیاز نے سات بجے کہا تھا، میں سات بجے پہنچ گیا۔''

وقار احمد خوش ہو کر بولے: ''بہت خوب...... وقت کے اتنے پابند ہو۔ معاف کرنا مجھے تھوڑی سی دیر ہو گئی۔'' پھر وہ سلیم کو ساتھ لے کر اس کونے میں چلے گئے، جہاں دو تین پرانی کرسیاں پڑی تھیں اور دونوں میں باتیں شروع ہو گئیں۔ وقار احمد بولے: ''ہاں بھئی سلیم میاں! میں نے تمھیں کئی بار اس دکان میں دیکھا، لیکن تعارف نہیں ہوا تھا۔ کل نیاز بھائی سے تمھاری بہت تعریف سنی تو ملنے اور بات کرنے کو دل چاہا۔''

سلیم نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا: ''آپ کا بہت بہت شکریہ۔ انکل نیاز مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، اسی لیے اکثر میری زیادہ تعریف کر دیتے ہیں، ورنہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔''

وقار احمد بولے: ''اچھا میاں! پہلے اچھی طرح تعارف ہو جائے۔ میں یہاں ایک کالج میں پرنسپل تھا۔ ریٹائر ہونے کے بعد اسی شہر میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ ملتان میں کچھ زرعی زمین اور باغ ہیں۔ اللہ کے کرم سے ٹھیک ٹھاک گزر بسر ہو رہی ہے۔ وقت گزارنے کے لیے کچھ تو باغ بانی کر لیتا ہوں، کچھ کتابیں اور رسالے پڑھ لیتا ہوں اور جو وقت بچتا ہے، وہ بچوں اور دوستوں میں گزر جاتا ہے۔ یہ جو نیاز صاحب ہیں، ان سے خوب دل مل گیا ہے۔ اکثر ان کے پاس آن بیٹھتا ہوں۔ اچھا وقت گزر جاتا ہے۔ چلو، اب تم اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

سلیم نے کہا: ''انکل! میرا نام تو آپ کو معلوم ہی ہے، سلیم حسن۔ میرے والد سرکاری ملازم تھے۔ ان کی تعلیم ڈگریوں کے لحاظ سے تو بہت زیادہ نہیں تھی، لیکن کتابیں بہت پڑھتے تھے اور ان کی معلومات عامہ تو بہت زیادہ تھی۔ بس یہی ایک شوق تھا۔ میں دس سال کا تھا، جب وہ مجھے، امی اور بہن کو چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے۔ وہ دل کے مریض تھے۔ ابو میں ایک خاص بات یہ تھی کہ انھیں جو کتاب پسند آتی، وہ اپنے دوستوں اور دوسرے لوگوں کو پڑھوانے کی پوری کوشش کرتے اور مجھے اور میری بہن کو اس کتاب کی خاص خاص باتیں بتاتے رہتے تھے۔ اگر کتاب کی قیمت زیادہ نہ ہوتی تو وہ اس کی دو تین جلدیں اکھٹی خرید لیتے اور موقعے موقعے سے بطور تحفہ کسی کتابوں کے شوقین کو دے دیتے تھے۔ ایک طرح سے یہ ان کی عادت بن گئی تھی اور اس پر وہ اچھے خاصے پیسے خرچ کر دیتے تھے۔ ایک دن میں نے پوچھا: ''ابو! آپ کو کتابیں بانٹنے کا اتنا شوق کیوں ہے؟'' کہنے لگے: ''سلیم بیٹے! تمھارے اس سوال کا جواب میں رات کے کھانے کے بعد دوں گا، جب سب اکھٹے ہوں گے۔''

رات کو جب ہم سب کھانا کھا چکے تو ابو، امی سے کہنے لگے: ''لو جی! آج تمھارا بیٹا ہم سے پوچھ رہا تھا کہ آپ کو کتابیں بانٹنے کا شوق کیوں ہے؟ میں نے کہا، اس سوال کا جواب رات کو تمھاری امی اور بہن کی موجودگی میں دوں گا۔ ہاں تو سلیم بیٹے! بات یہ ہے کہ مختلف لوگوں کو مختلف کام کرنے سے خوشی

ہوتی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ دل بھی خوش ہوتا ہے اور ذہن بھی مطمئن رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری خوشی اور اطمینان کا ذریعہ یہ بنا دیا ہے کہ میں خود بھی اچھی اچھی کتابیں پڑھوں اور دوسروں کو بھی پڑھواؤں۔ میں کسی کو کتاب دے کر اس پر کوئی احسان نہیں کرتا، بلکہ اپنا دل خوش کرتا ہوں۔ بس مجھے علم پھیلانے کا ایک یہی طریقہ ہاتھ آ گیا ہے۔ میں یہ بات تمھاری امی اور بہن کی موجودگی میں کرنا چاہتا تھا، تاکہ ان دونوں کو بھی میرے خیالات کا اندازہ ہو۔ سلیم میاں! انسان کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میں نہ رہا تو تم میرا یہ مشن جاری رکھو گے۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم دونوں بہن بھائی کو کتابوں سے بہت محبت ہے۔ بیٹے! یاد رکھو، علم انسان کو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ تعلیم صرف ہماری مالی ترقی کا ہی ذریعہ نہیں ہوتی، بلکہ اس سے ہمارا اخلاق بھی سنورتا ہے۔ اگر تم اپنے وطن میں اور دنیا میں امن چاہتے ہو اور جرم اور ناانصافی کا خاتمہ چاہتے ہو تو خود بھی خوب پڑھو اور جتنا تم سے ہو سکے، علم کو پھیلاؤ۔'' میں نے ابو کی بات سن کر کہا: ''تو ابو! آپ کی یہ نصیحت میرے اور منی کے لیے ہے۔ پھر آپ نے یہ کیوں ضروری سمجھا کہ آپ کی بات سننے کے لیے امی بھی موجود ہوں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ امی بھی پھر سے پڑھنا شروع کر دیں۔''

ابو نے ایک قہقہہ لگایا اور بولے: ''ارے نہیں بھئی۔ اب بڈھے طوطے کیا پڑھیں گے۔'' ہم سب بھی ہنس دیے، لیکن ابو ایک دم سنجیدہ ہو گئے اور کہنے لگے: ''سلیم میاں! سچ تو یہ ہے کہ تمھاری امی کی تعلیم بھی اچھی خاصی ہے اور یہ اب بھی خوب کتابیں پڑھتی ہیں۔ اپنی بات انھیں سنانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر میں نہ رہوں تو یہ تمھاری تعلیم میں کسی طرح کمی نہ کریں اور کتابوں کا شوق دلاتی رہیں۔''

اور ابو واقعی دنیا میں نہ رہے۔ انھیں دل کا دوسرا دورہ پڑا اور وہ بچ نہ سکے۔ ابو کا سایہ سر سے اُٹھ جانا ہم دونوں بھائی بہن کے لیے بڑا دھچکا تھا، لیکن امی نے ابو کی وصیت کے مطابق ہماری تعلیم پر پوری توجہ دی اور کتابیں پڑھنے کے ہمارے شوق کو اور بڑھایا۔'' اچانک سلیم کی نظر پر لگی گھڑی پر پڑی تو وہ گھبرا گیا اور جلدی سے بولا: ''ارے انکل! معاف کیجیے گا۔ میں بولتا چلا گیا اور یہ خیال ہی نہ رہا کہ آپ بور ہو جائیں گے۔''

وقار احمد مسکرا کر بولے: ''نہیں میاں! اتنی اچھی باتوں سے کون بور ہو سکتا ہے؟ مانا کہ ہم کم علم ہیں، لیکن علم کی باتوں سے خوش ضرور ہوتے ہیں۔''

سلیم نے کہا: ''انکل! آپ کو کم علم کون کہہ سکتا ہے۔ آپ تو زندگی بھر ایک استاد کی حیثیت سے علم پھیلاتے رہے ہیں، بانٹتے رہے ہیں۔''

وقار احمد نے موضوع بدلا: ''سلیم میاں! تم اپنی دل چسپ کہانی جاری رکھو اور یہ بتاؤ کہ تم نیاز صاحب کے پاس سے جو اتنی کتابیں لے جاتے ہو، انھیں پڑھنے کا وقت تمھیں کیسے مل جاتا ہے؟ میرا مطلب ہے اسکول جانا، ہوم ورک کرنا، گھر کا کام وغیرہ...... تو پھر یہ کتابیں پڑھنے کے لیے اتنا وقت کیسے نکال لیتے ہو؟''

سلیم کچھ سوچتے ہوئے بولا: ''انکل! سچی بات تو یہ ہے کہ میں ان میں سے دو تین کتابیں ہی پڑھ پاتا ہوں۔''

وقار احمد نے حیرانی سے پوچھا: ''تو پھر باقی کتابوں کا کیا کرتے ہو؟ جمع کرتے رہتے ہو؟''

سلیم مسکرا کر بولا: ''یہی سمجھ لیجیے...... دراصل انکل! میں نے یہ کوشش کی ہے کہ اپنی بساط اور حیثیت کے مطابق اپنے ابو کا مشن جاری رکھوں۔ میں نے اپنے گھر کے باہر والے کمرے میں کتابیں جمع کر لی ہیں۔ اسے آپ ایک چھوٹی سی لائبریری کہہ سکتے ہیں۔ محلے اور پاس پڑوس کے بچے وہاں آتے ہیں اور اپنی پسند کی کتابیں پڑھنے کے لیے لے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں نیاز انکل میری بہت مدد کرتے ہیں۔ کتابیں چھانٹنے میں بھی مدد کرتے ہیں اور قیمت بھی بہت کم لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو تحفے کے طور پر مفت بھی دے دیتے ہیں۔ بس ان کی مدد سے ابو کا مشن جاری ہے۔ بچوں میں کتابیں پڑھنے کا شوق بڑھ رہا ہے۔ ہماری لائبریری کے ممبروں کی تعداد کافی ہوگئی ہے اور اب تو دوسرے محلوں کے بچے بھی آنے لگے ہیں۔ اس چھوٹی سی مفت لائبریری کے انتظام میں امی اور منی بھی میرا ہاتھ بٹانے لگی ہیں۔ بس اس طرح ہم سب مل کر ابو کے اس مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بچوں میں کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

وقار احمد سلیم کی باتوں سے بہت متاثر ہوئے اور بولے: ''بہت خوب، بہت خوب سلیم! کسی دن ہمیں بھی دکھاؤ اپنی لائبریری۔''

وقار احمد تین چار دن بعد سلیم کے گھر پہنچے اور انھوں نے بہت غور سے اس کی لائبریری کا جائزہ لیا۔ سلیم اندر سے چائے کی ٹرے لے آیا اور دونوں میں باتیں شروع ہوگئیں۔ وقار احمد

بولے: ''سلیم! تم نے واقعی بہت دل چسپی اور لگن سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اس شوق کو اور بڑھائے۔ بس اس کام کو روکنا نہیں۔ اسے اور بڑھاؤ، بڑھاتے جاؤ۔''

سلیم ہنس دیا اور کہنے لگا: ''انکل! بس دعا کیجیے کہ انعامی بونڈ پر کوئی زبردست انعام نکل آئے یا کوئی لاٹری نکل آئے یا کوئی خزانہ مل جائے۔ پھر دیکھیے! کیسی شان دار لائبریری بنے گی۔ ابو کے نام کی، وسیم حسن لائبریری۔''

وقار احمد نے سلیم کو غور سے دیکھا اور بولے: ''سلیم میاں! میری یہ بات یاد رکھو کہ لگن سچی ہو، جذبہ سچا ہو تو اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اور اس کی مدد سارے خزانوں سے بڑھ کر ہے۔''

اس دن سے وقار احمد نے یہ معمول بنا لیا کہ وہ ہفتے میں ایک دن سلیم کی لائبریری میں ضرور آتے تھے۔ لائبریری کے لیے تحفے کے طور پر کتابیں بھی لاتے۔ امی اور منی سے ملاقات کرتے، چاے پیتے، کتابوں کا جائزہ لیتے اور چلے جاتے۔ اسی طرح سال گزرا، دو سال گزرے۔ ایک دن وقار احمد نے سلیم سے ایک ایسی بات کی، جو اسے پسند نہیں آئی۔

انھوں نے کہا: ''سلیم میاں! اب تم ماشاء اللہ کالج میں پہنچ گئے ہو۔ پڑھائی کے لیے وقت چاہیے۔ تمھارے کمرے میں اتنی گنجایش بھی نہیں ہے کہ تم کتابوں کو صحیح طریقے سے رکھ سکو۔ بہتر ہوگا، اگر تم یہ کتابیں تحفے کے طور پر کسی لائبریری کو دے دو۔ وہاں ان کتابوں سے زیادہ لوگ فیض حاصل کریں گے اور یہ ٹھیک حالت میں رہیں گی۔''

سلیم نے سوچا کہ وہ اپنے ابو کے مشن کو آگے بڑھانے کی جو کوشش کر رہا ہے، وقار احمد اسے اس سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس نے وقار احمد سے انکار نہیں کیا، یہ کہا کہ وہ اپنی امی سے مشورہ کر کے جواب دے گا۔

سلیم نے اپنی امی اور منی سے بھی مشورہ کیا اور نیاز صاحب سے بھی۔ سب کی رائے یہی تھی کہ کتابیں لائبریری کو تحفے میں دے دی جائیں۔ سلیم کو اس رائے سے مایوسی ہوئی، لیکن اس نے سب کی رائے مان لی۔

ہفتہ، دس دن بعد سلیم بڑے دکھی دل اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ ساری کتابیں وین پر رکھوا رہا تھا۔ جو کتابیں اس نے برسوں میں جمع کی تھیں، وہ گھنٹے بھر میں وین میں بھر دی گئیں اور وین روانہ ہو گئی۔

وین کدھر جا رہی تھی، کہاں جا رہی تھی، یہ اسے معلوم نہ تھا۔ وہ کچھ ایسا بددل تھا کہ اس نے وقار صاحب سے پوچھا بھی نہیں کہ وہ کتابیں کس لائبریری کو عطیہ دے رہے ہیں۔ آگے آگے وین تھی اور پیچھے پیچھے گاڑی میں وقار احمد اور سلیم تھے۔ چند منٹ میں میل ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وین ایک چھوٹی سی عمارت کے پاس رک گئی۔ وقار احمد نے اپنی گاڑی بھی روک لی۔ سلیم کی نظر اس عمارت کے دروازے پر پڑی تو وہ خوشی اور حیرت سے اچھل پڑا۔ گیٹ پر بڑا بڑا لکھا تھا: ''وسیم حسن لائبریری''

سلیم نے وقار احمد کی طرف دیکھا اور بولا: ''انکل! یہ کیا معاملہ ہے؟''

وقار احمد نے مسکرا کر کہا: ''نہ تمھارا انعامی بونڈ نکلا، نہ لاٹری اور نہ کوئی خزانہ ہاتھ آیا، لیکن میں نے کہا تھا نا کہ اگر جذبہ سچا ہو تو اللہ مدد کرتا ہے اور اس کی مدد سارے خزانوں سے بڑھ کر ہے۔ تمھارے سچے جذبے نے مجھے، نیاز صاحب اور چند دوسرے علم دوست لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ہم تین کمرے کی اس عمارت سے وسیم حسن لائبریری کی ابتدا کریں۔ اگر تمھارا یہ سچا جذبہ قائم رہا تو بڑے ہو کر تم اپنی خواہش کے مطابق اس سادہ سی لائبریری کو ایک شان دار لائبریری میں تبدیل کر سکتے ہو۔''

سلیم نے اپنے آنسو پونچھے اور شکر گزار نظروں سے وقار احمد کو دیکھتے ہوئے کہا:

''میں دل و جان سے کوشش کروں گا کہ آپ کی رہنمائی میں ابو کا مشن جاری رہے۔'' ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۷۷ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں **۱۸-اپریل ۲۰۱۰ء** تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

بوجھو تو ہم جانیں

فراغ روہوی، کولکاتا

بچو! بوجھو تو ہم جانیں
آج گرو تم سب کو مانیں

کھینچ رہے ہیں جس کا خاکہ
تم سب نے ہے اس کو دیکھا

سوچو، سوچو مل کر سوچو
کون سی وہ مخلوق ہے بولو

بچو! اس کا قد ہے چھوٹا
رنگ ہے کالا یا پھر سادہ

ریشم جیسے بال ہیں اس کے
نرم بہت ہی گال ہیں اس کے

کان ہیں چھوٹے، مونچھیں لمبی
ناک ہے چپٹی، دُم ہے موٹی

اس کے دیدے ہیں چمکیلے
اس کے ناخن ہیں نوکیلے

چوزوں پر وہ رعب جمائے
چوہوں کو بھی آنکھ دکھائے

جس گھر میں ہو اس کا ڈیرا
اس گھر میں کیوں آئے چوہا

روز کچن میں ڈاکا ڈالے
دودھ کو فوراً چٹ کر جائے

وہ تیز و طرّار بہت ہے
چلنے میں ہشیار بہت ہے

پکڑو تو وہ ہاتھ نہ آئے
اپنی جگہ سے جمپ لگائے

رشتے میں ہے شیر کی خالہ
گویا آفت کا پرکالہ

بچو! اس کا نام بتاؤ
پھر اس کی تصویر بناؤ

دانائی سے امن آتا ہے اور امن سے خوش حالی

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں جسٹس (ر) ضیاء محمود مرزا اور ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے ساتھ نونہالوں کا گروپ فوٹو

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور .... رپورٹ: سید علی بخاری

''بڑے ممالک غریب پر اپنی چودھراہٹ ختم کر دیں تو دنیا میں امن ہو سکتا ہے۔ دنیا کو امن اور خوش حالی کے راستے پر آگے بڑھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دانائی سے بر وقت فیصلے کریں۔ ملک کی سائنسی اور صنعتی ترقی کی طرف توجہ دیں، تاکہ ملک میں تعلیم عام ہو، لوگوں کو روز گار میسر ہو، نا اُمیدی کی سائے میں پلنے والی نسل پھر اُمید کی کرن دیکھے۔ ان کے دل سے ''مارو اور مر جاؤ'' جیسے بُرے خیالات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ وہ معاشرے جہاں لوگوں کی بنیادی

ضروریات پوری ہو رہی ہیں، وہاں لوگوں کی جان و مال محفوظ ہے۔ وہاں نہ صرف جرائم، بلکہ فسادات اور دہشت گردی بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔'' ان خیالات کا اظہار ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں نونہال مقررین نے '' دانائی سے امن آتا ہے اور امن سے خوش حالی'' کے موضوع پر کیا۔ ان مقررین میں سلمان صابر، آمنہ طارق، سید شعیب رضوی، مبشرہ حفیظ، فرید مصطفائی اور مدیحہ حبیب شامل تھے۔

مہمانِ خصوصی جسٹس (ر) ضیاء محمود مرزا تھے، جب کہ مہمان کی حیثیت سے ڈاکٹر انعام الحق کوثر شریک ہوئے۔ اس موقع پر جسٹس (ر) ضیاء محمود مرزا نے کہا کہ ہمارے معاشرے سے طبقاتی نظامِ تعلیم کو ختم کیا جانا چاہیے۔ شہید حکیم محمد سعید بے مثال حکمت اور بصیرت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمدرد فاؤنڈیشن اُن کے جلائے گئے چراغوں کی روشنی آج بھی بہ خوبی پھیلا رہا ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے کہا کہ حکیم صاحب محترم کو نونہالوں سے اتنا لگاؤ تھا کہ اُن کی خاطر زمین پر بیٹھ جاتے۔ اگر ہم اللہ کے احکام اور اسوۂ حسنہ پر عمل کریں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نہیں ہلا سکتی۔ آؤ! سب سے پیار کریں اور سب کے ساتھ انصاف کریں۔

اس موقع پر مختلف اسکولوں کے نونہالوں نے حمد، نعت، احادیث، اقوالِ سعید، دُعاے سعید، ملی ترانے، ٹیبلوز اور خاکے پیش کیے۔

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی .... رپورٹ: حیات محمد بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی محترم محمد سعید الراعی تھے۔

اسپیکر کے فرائض نونہال لاریب امجد نے انجام دیے۔ نونہال اسامہ خالد قریشی نے تلاوت، احمد زمان نے حمد باری تعالیٰ اور نونہال نفیسہ فاروق نے نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ نونہال مقررین میں نتاشہ احمد، کنزہ گل نواز، عبدالحسیب، مائرہ نور، سید عاصم جاوید اور فہیم

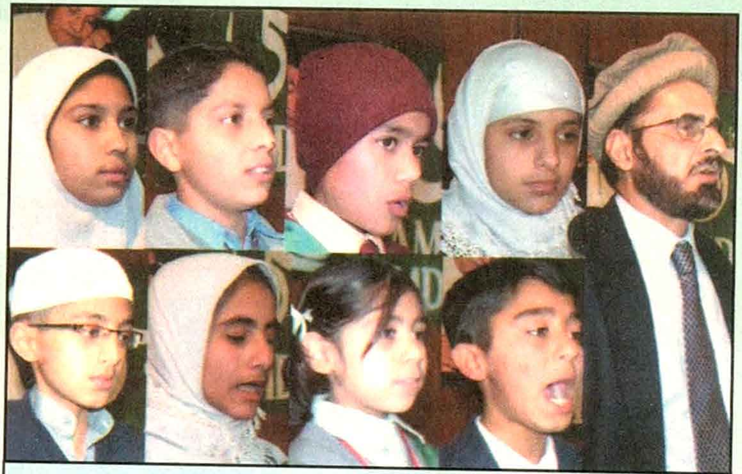

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں مہمانِ خصوصی محمد سعید الراعی اور نونہال مقررین خطاب کررہے ہیں

مصطفٰی شامل تھے۔ تمام مقررین نے نہایت عمدہ اور مدلل تقاریر کیں۔ نونہالوں نے ایک خوب صورت ملی نغمہ اور ایک عمدہ خاکہ پیش کیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ امن و امان ہر دور ہر معاشرے اور ہر فرد کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔ اس کے بغیر معمولاتِ زندگی کا جاری رہنا اور فلاح و بہبود کے منصوبوں پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ امن و امان کی صورتِ حال اس وقت خراب ہو جاتی ہے جب افراد یا قومیں مجموعی انسانی فائدے کو پیشِ نظر نہیں رکھتے۔ پوری دنیا کے ماحول کو خوش گوار اور لوگوں کو خوش حال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہو۔

محترم محمد سعید الراعی نے کہا کہ ہمارے قائد نے یہ پیغام قوم کو بہت پہلے دیا جو ''یقین،

اتحاد، تنظیم'' کے الفاظ میں تھا۔ ہمارا مذہب اسلام ہے، جو کہ درس ہی سلامتی کا دیتا ہے۔ دین، دانش، تہذیب یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ تہذیب کا تعلق خوش حالی سے ہے۔ معاشرے کا سب سے بڑا فرض تربیت ہوتا ہے۔ شہید حکیم محمد سعید نے جو باتیں کہی ہیں، وہ قرآن میں مختلف جگہ پر موجود ہیں۔

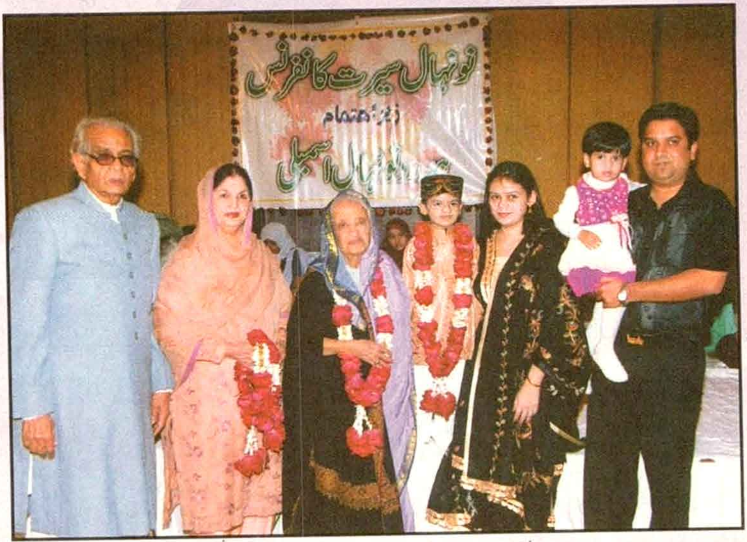

ہمدرد نونہال اسمبلی کراچی کے تحت منعقد ہونے والی ''نونہال سیرت کانفرنس''
کی مہمانِ خصوصی محترمہ فاطمہ ثریا بجیا نے نونہال فراز الحسن جہانگیری کو بسم اللہ
پڑھائی اور علم کی اہمیت اور ہمدرد کی خدمات پر بہت پُراثر باتیں کیں۔
محترمہ فاطمہ ثریا بجیا، محترمہ سعدیہ راشد اور جناب مسعود احمد برکاتی ے ساتھ
فراز الحسن اور ان کے والدین کا گروپ فوٹو۔

اسپین ایک حسین ملک

حبیب خان

اسپین میں ایک قدیم گرجا گھر

اسپین (SPAIN) جسے ہسپانیہ بھی کہتے ہیں، یورپ کا ایک حسین ملک ہے۔ مسلمانوں نے صدیوں تک اس ملک پر حکومت کی۔ وہ دور اس ملک کی تاریخ کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ اس کے شہر قرطبہ میں واقع مسجدِ قرطبہ اور غرناطہ میں موجود الحمرا کے محلات مسلمانوں کی شان دار تہذیب اور خوش مذاقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسپین رقبے کے لحاظ سے روس اور فرانس کے بعد یورپ کا تیسرا بڑا ملک ہے۔ اسپین کا کل رقبہ پانچ لاکھ پانچ ہزار نو سو پچپن مربع کلو میٹر ہے۔ اسپین میں دو مجمع الجزائر (GROUPS OF ISLANDS) بیلیارکس (BALEARICS) اور کیناریز (CANARIES) بھی شامل ہیں، جو ملک سے ایک ہزار کلو میٹر دور بحیرۂ اوقیانوس میں واقع ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اس ملک کے دو شہر سیوٹا (CEUTA) اور میلیلاّ (MELILLA) شمالی افریقہ کے ساحلوں کے ساتھ واقع ہیں۔ آبادی کا تناسب ۸۰- افراد فی مربع کلومیٹر ہے۔ اسپین کے ہمسایہ ممالک میں فرانس اور پرتگال شامل ہیں اور ایک تنگ سی

سمندری پٹی اسے شمالی افریقہ کے مسلم ممالک سے جدا کرتی ہے۔ اسپین کے باقی اطراف میں سمندر ہے۔ عظیم مسلمان مجاہد طارق بن زیاد نے اسپین کو شمالی افریقہ کی طرف سے ہی فتح کیا تھا۔ ملک کی غالب اکثریت کیتھولک عیسائی ہے۔ قومی زبان ہسپانوی (SPAINISH) ہے۔ اسپین ایک سرسبز و شاداب ملک ہے۔ اس کے ساحل بڑے پرکشش اور جاذب نظر ہیں۔ ملک میں اہم اجناس کے علاوہ پھل، سبزیاں، انگور اور زیتون بہت پیدا ہوتے ہیں۔

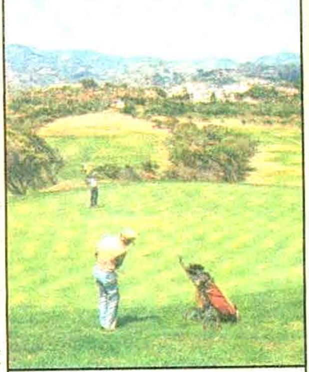

اسپین کا ایک گالف گراؤنڈ

ملک کا صنعتی شعبہ زرعی اور سمندری پیداوار کو محفوظ بنانے میں ہر وقت مصروف رہتا ہے۔ اسپین میں آئینی بادشاہت ہے، جب کہ اختیارات کا مرکز وزیر اعظم ہوتا ہے۔ ملک سترہ خود مختار علاقوں میں تقسیم ہے۔ دارالحکومت کا نام میڈرڈ (MEDRID) ہے۔ بارسلونا، سیولے (SEVILLE)، ٹولیڈو، قرطبہ (CORDOBA) اور غرناطہ GRANADA) مشہور شہر ہیں۔ گالف، ٹینس، اسکی انگ، شکار، کوہ نوردی اور بُل فائٹنگ (بیل کے ساتھ کھیل) یہاں کے مشہور کھیل ہیں۔ اسپین میں قدرتی ماحول کے تحفظ کے لیے بہت سے قومی باغات موجود ہیں۔ ان باغوں میں قسم قسم کے درخت، جڑی بوٹیوں اور جنگلی پھولوں کے علاوہ جانوروں میں جنگلی بکرا (IBEX)، سرخ ہرن، پاڑا، جنگلی بلی (LYNX)، شاہی عقاب، جنگلی مرغ، بٹیر، تیتر اور آبی پرندے پائے جاتے ہیں۔ اسپین اقوامِ متحدہ، یورپی یونین اور نیٹو کا رکن ہے۔ پاکستان اور اسپین کے باہمی تعلقات خوش گوار ہیں۔

اسپین کا ایک خوب صورت منظر

بہت سے پاکستانی ملازمت کے سلسلے میں یہاں مقیم ہیں۔ دونوں ممالک میں تجارت بھی ہوتی ہے۔

ننّھا ریچھ

پروفیسر مشتاق اعظمی، بھارت

آج کی نہیں، بہت پہلے کی بات ہے۔ ایک رئیس نے اپنی حویلی کے سامنے بچوں کے کھیلنے کے لیے ایک خوب صورت پارک بنوا رکھا تھا۔ اس پارک میں رنگ برنگے پھولوں کی کیاریاں تھیں، پھل دار درختوں کا پارک تھا، ایک چھوٹی سی نہر تھی اور سب سے مزے دار بات یہ کہ اس پارک میں بندر، ہرن، مور، بطخ، مرغیاں اور دوسرے خوب صورت جانور بھی تھے، جو آزادی کے ساتھ پارک کے اندر گھومتے پھرتے تھے۔

ایک دن رئیس کو کہیں سے ریچھ کا ایک ننھا منا بچہ ملا۔ رئیس نے اسے بھی پارک میں لا کر چھوڑ دیا۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ ننھے ریچھ کو گرمی نے پریشان کیا تو وہ نہر کے کنارے آ کر لوٹنے لگا، جس سے اس کا پورا جسم گرد سے اٹ گیا۔

شام ہونے کو آئی تو ریچھ نے سوچا کہ پارک کے دوسرے جانوروں سے دوستی کی جائے، تاکہ ان سے محبت بڑھے اور وقت کھیل کود میں گزارا جا سکے۔ ننھا ریچھ دوستی کرنے کو نکلا۔

یونانی دوا
قرص ملیّن
نباتی قبض کُشا
اب بلسٹر پیک میں
قبض ہاضمے کے نظام کا ایک ایسا (عام) مرض ہے جس میں فضلہ جسم سے خارج ہونے میں دیر لگا تا ہے یا اخراج بالکل رک جاتا ہے۔ قبض کے شکار افراد بہت تکلیف دہ صورتحال سے دوچار ہوتے ہیں۔ فضلہ آنتوں میں جمع ہو کر سخت اور خشک ہو جاتا ہے اور آنتوں پر تکلیف دہ دباؤ ڈالتا ہے
ہمدرد کی قرص ملیّن ۔ قبض کا شافی علاج
قرص ملیّن کے اجزائے ترکیبی میں شامل ہیں: سناءمکی، سقمونیہ، ہلیلہ سیاہ، ہلیلہ زرد، پوست بہیڑہ اور دوسرے وہ اجزا جو قبض کی شکایت دور کرنے میں معاون ہیں۔ ہمدرد کی قرص ملیّن ایک آزمودہ اور کامیاب یونانی دوا اب بلسٹر پیک میں دستیاب ہے
خریدنے میں بھی آسان اور استعمال میں بھی آسان۔ اقراص پہلے سے زیادہ محفوظ
پرانی پیکنگ
QURS MULAYYIN
نئی بلسٹر پیکنگ
یونانی دوا
قرص ملیّن
نباتی قبض کُشا
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان

سب سے پہلے اس کی ملاقات مرغی کے بچوں سے ہوئی۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ دانے چگنے میں مصروف تھے۔ ننھا ریچھ ان کی طرف بڑھا، لیکن اسے دیکھتے ہی مرغی اپنے بچوں سمیت اڑ کر انار کے پیڑ پر جا بیٹھی۔ ننھے ریچھ نے کہا: ''پیارے دوستو! تم ڈر کر کیوں بھاگ گئے؟ میں تو تمھارے ساتھ کھیلنے آیا ہوں۔''

یہ سن کر مرغی کے ایک بچے نے انار کے پتوں میں سے سر نکالا اور پروں کو پھڑ پھڑا کر کہا: ''ہم تمھارے ساتھ نہیں کھیلتے۔ تم تو بہت گندے ہو۔''

ننھے ریچھ کو بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ کسی دوسرے دوست کی تلاش میں آگے بڑھا۔ کچھ دور چل کر اس کی ملاقات بطخ سے ہوئی۔ بطخ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر نہر کی طرف ٹہلنے نکلی تھی۔ ننھے ریچھ کو قریب دیکھ کر اس نے اپنی گردن اوپر کی طرف کھینچی۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں اور اس کے بچے اس کے پروں میں جا چھپے۔ ننھے ریچھ نے ڈرتے ڈرتے کہا: ''آپا! میں اکیلا ہوں اور آپ کے بچوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا ہوں۔''

ننھے ریچھ کی بات سنتے ہی بطخ کا ایک بچہ ماں کے پروں سے نکل کر باہر آیا اور اپنی ناک پنجے سے جھاڑ کر بولا: ''توبہ توبہ، بھلا ہم تمھارے ساتھ کھیل کر اپنے دودھ جیسے اجلے پروں کو خراب کریں گے۔ تم تو بہت گندے ہو۔ ہٹو سامنے سے۔''

ننھے ریچھ کی مایوسی اور بڑھ گئی۔ اس نے سوچا، اس پارک میں اس کا کوئی دوست نہیں بن سکتا۔ یہ بڑی خراب جگہ ہے۔ اب اسے اس پارک میں ہمیشہ تنہائی کے دن کاٹنے ہوں گے۔ وہ غمگین ہو کر سر جھکائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے چلا جا رہا تھا کہ جامن کے پیڑ کے نیچے اس کی ٹکر بندر کے بچوں سے ہو گئی۔

بندریا غرا کر بولی: ''دیکھ نہیں چلتے ہو؟''

ننھے ریچھ نے کہا: ''جی مانا، میں نے نہیں دیکھا، لیکن آپ نے تو مجھے دیکھا ہوگا۔ آپ

ہی کنارے ہو جاتیں۔''

''گندے! غلطی ماننے کے بجائے اُلٹا ہمارے منھ لگتا ہے۔'' یہ کہہ کر بندریا نے اس کے منھ پر ایک بھرپور تمانچا جڑ دیا۔ ننھا ریچھ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کا سر چکرا گیا۔ اتنے میں بندریا کے بچے اس پر پل پڑے اور نوچ نوچ کر اسے لہولہان کر دیا۔ ننھا ریچھ بے دم ہو گیا تو بندریا اپنے بچوں کو لے کر وہاں سے چل دی۔

شام کے وقت رئیس کے بچے پارک میں ٹہلنے آئے۔ ننھے ریچھ نے انھیں اپنی طرف آتے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے اپنی دکھ بھری کہانی بچوں کو سنائی اور بتایا کہ کس طرح بندریا اور اس کے بچوں نے اس کی پٹائی کی، حال آنکہ اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔

بچوں نے ننھے ریچھ کو تسلی دی: ''میرے دوست جو ہوا، اسے بھول جاؤ۔ اب ہم تمھارے ساتھ کھیلا کریں گے۔ ہم جانور نہیں انسان ہیں اور انسان کسی کو بے وجہ تکلیف نہیں پہنچاتا۔'' یہ کہتے ہوئے ایک بچے نے ننھے ریچھ کو گود میں لے لیا، ننھے ریچھ نے کہا: ''ارے! آپ کے کپڑے میلے ہو جائیں گے۔ میرا جسم گندا ہے۔''

بچے نے کہا: ''ہم گندے جسم سے نہیں، گندے خیالات سے نفرت کرتے ہیں۔''

بچوں نے ننھے ریچھ کو نہلایا دھلایا۔ چوٹوں پر دوا لگائی اور پھر وہ اس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ یہ دیکھ کر جانوروں نے سبق لیا اور وہ بھی ریچھ کو دوست بنانے پر رضا مند ہو گئے۔ ☆

بعض نونہال پوچھتے ہیں کہ رسالہ ہمدرد نونہال ڈاک سے منگوانے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سالانہ قیمت منی آرڈر یا چیک سے بھیج کر اپنا نام اور پتا لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ کس مہینے سے رسالہ جاری کرانا چاہتے ہیں، لیکن چوں کہ رسالہ کبھی کبھی ڈاک سے کھو بھی جاتا ہے، اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ یا تو آپ اخبار والے سے کہہ دیں کہ وہ ہر مہینے ہمدرد نونہال پہنچا دیا کرے ورنہ اسٹالوں اور دکانوں پر بھی ہمدرد نونہال ملتا ہے۔ وہاں سے ہر مہینے خرید لیا جائے۔ اس طرح پیسے بھی اکٹھے خرچ نہیں ہوں گے اور رسالہ بھی جلد مل جائے گا۔

ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

بیت بازی

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

شاعر: مرزا اسد اللہ خاں غالب پسند: عارفہ شیخ عبدالرزاق، نیو کراچی

لگتا نہیں ہے دل مرا، اُجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ نا پائیدار میں

شاعرہ: بہادر شاہ ظفر پسند: سدرہ بانو محمد حنیف کھتری، کراچی

کہاں سے تُو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے، تیری بے نیازی کا

شاعر: علامہ اقبال پسند: محمد تنویر انگراہ، پیلو وینس

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

شاعر: مولانا الطاف حسین حالی پسند: عمر دراز نوناری، ملتان

خدا کے واسطے اے نوجوانو، ہوش میں آؤ
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو، جوش میں آؤ

شاعر: اکبر الہ آبادی پسند: محمد اکرام یوسف، تربت

چلو، دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے، وہ کافر مسلمان ہوا ہے

شاعر: جگر مراد آبادی پسند: محمد نفیس، کراچی

ٹھوکریں کھا کر یہ آتا ہے خیال
ہم بھی چل سکتے تھے، آنکھیں کھول کر

شاعر: صبا اکبر آبادی پسند: ثناء فاطمہ راجپوت، نواب شاہ

انتشار اک پیش نامہ ہے زوالِ ملک کا
اتحادِ قوم و ملت کا جتن کرتے رہو

شاعر: احسان دانش پسند: محمد شعیب مصطفیٰ، سرگودھا

منیؔر اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

شاعر: منیر نیازی پسند: راحیل نیازی، کوئٹہ

کچھ لوگ بچھا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں

شاعر: ساغر صدیقی پسند: ثروت، لیاقت آباد، کراچی

پیڑ کو دیمک لگ جائے یا آدم زاد کو غم
دونوں ہی کو امجدؔ میں نے بچتے دیکھا کم

شاعر: امجد اسلام امجد پسند: ہارون الرشید، جہلم

میں زندگی کی دعا مانگنے لگا ہوں بہت
جو ہو سکے تو دعاؤں کو بے اثر کر دے

شاعر: افتخار عارف پسند: دامنِ زہراء، اسلام آباد

بدنصیبی کا میں قائل نہیں ہوں لیکن وصیؔ
میں نے برسات میں جلتے ہوئے گھر دیکھے ہیں

شاعر: وصی شاہ پسند: مصطفیٰ مجبور بھنگر، بلوچستان

لا کے غربت میں ہمیں چھوڑ گیا ہے کوئی
ہم ہیں، تنہائی ہے اور بے سروسامانی ہے

شاعر: جمیل ادیب سید پسند: تسمیہ منیقہ رمضان، کراچی

انعامی سلسلہ ۱۷۲	معلومات افزا	سلیم فرخی

معلوماتِ افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہوں گے، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ **۱۸- اپریل ۲۰۱۰ء تک** ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت یحییٰؑ، حضرت ذکریاؑ کے .... تھے۔ (والد ۔ چچا ۔ بیٹے)

۲۔ سورۃ الحدید میں .... کا ذکر کیا گیا ہے۔ (کوئلے ۔ لوہے ۔ پتھر)

۳۔ .... زبان یہودیوں کی قدیم زبان ہے۔ (انگریزی ۔ عبرانی ۔ سنسکرت)

۴۔ پارسی مذہب میں .... کو مقدس مانا جاتا ہے۔ (آگ ۔ پانی ۔ مٹی)

۵۔ مولانا محمد علی جوہر کا انتقال .... میں ہوا تھا۔ (میونخ ۔ لندن ۔ پیرس)

۶۔ جنرل محمد ضیاء الحق پاکستان کے .... صدر تھے۔ (پانچویں ۔ چھٹے ۔ ساتویں)

۷۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۴۱ء میں .... کی بنیاد رکھی۔ (تنظیم اسلامی ۔ دعوت اسلامی ۔ جماعت اسلامی)

۸۔ پاکستان میں فوجی افسران کی تربیت کا ادارہ اسٹاف کالج .... میں ہے۔ (گوادر ۔ کوئٹہ ۔ سکھر)

۹۔ مشہور مصور .... کا اصل نام اسماعیل تھا۔ (گل جی ۔ صادقین ۔ آزر زوبی)

۱۰۔ ایمسٹرڈیم (AMESTERDAM) .... کا دارالحکومت ہے۔ (نیوزی لینڈ ۔ فن لینڈ ۔ نیدرلینڈ)

۱۱۔ فرضی کردار ''حاجی بغلول'' .... کی تخلیق تھی۔ (ڈپٹی نذیر احمد ۔ امتیاز علی تاج ۔ منشی سجاد حسین)

۱۲۔ اُفق کی جمع .... ہے۔ (فائق ۔ فوق ۔ آفاق)

۱۳۔ ....کو عربی زبان میں ''مقیاس الحرارت'' کہتے ہیں۔ (تھرمامیٹر ۔ ہیٹر ۔ آتش دان)

۱۴۔ آپ کی بہن کی والدہ کے شوہر کی ماں آپ کی .... ہیں۔ (نانی ۔ دادی ۔ پھوپی)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: ''بغل میں .... شہر میں ڈھنڈورا۔'' (بچہ ۔ چمچہ ۔ چھری)

۱۶۔ ذوقؔ کے اس مشہور شعر کا دوسرا مصرع درست کیجیے:

آدمیت اور شے ہے، علم ہے کچھ اور چیز کتنا..... کو پڑھایا، پر وہ حیوان ہی رہا۔ (گدھے۔توتے۔کوے)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۱۷۲ (اپریل ۲۰۱۰ء)

نام : ____________________

پتا : ____________________

____

____

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ دہرائیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ **۱۸/ اپریل ۲۰۱۰ء** تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلا عنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۰ء)

عنوان : ____________________

نام : ____________________

پتا : ____________________

____

____

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ **۱۸/ اپریل ۲۰۱۰ء** تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

نونہال ادب کی سبق آموز، تاریخی اور دینی کتاب

رسول اللہ ؐ کی صاحبزادیاں

مؤلف: مولانا فضل القدیر ندوی

حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُم کلثومؓ، اور حضرت فاطمہؓ
رسول اللہؐ کی پیاری صاحبزادیاں تھیں۔
نہایت سادہ، قناعت پسند، ایثار کرنے والی اور فرماں برداری کی بہترین مثال،
اسی لیے رسول اللہؐ کو اپنی صاحبزادیوں سے بہت محبت تھی۔
ان صاحبزادیوں نے رسول اللہؐ کی طرح
دین کے لیے تکلیفیں اُٹھائی تھیں۔
ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد
رسول اللہؐ نے ایک ماں کی طرح ان کی پرورش کی۔
آغوشِ رسالت مآبؐ میں پرورش پانے والی ان پاک صاحبزادیوں کی
زندگی اور ان کا اعلا کردار مسلمان بچیوں کے لیے عمل کا بہترین نمونہ ہے۔
اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

صفحات: ۴۰ ______ قیمت: ۳۵ رُپے

ملنے کے پتے: (۱) ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، المجید سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰
(۲) ہمدرد کتابستان، شاہراہ لیاقت، کراچی

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

قراۃ العین ذوالفقار، اسلام آباد	ابنِ مجید، سانگھڑ
زنیرہ خان، کراچی	شمائلہ اصغر، کراچی
عمیرا اسماعیل، شیخوپورہ	علی جان باقر، کیچ
سمعیہ غفار، کراچی	ہارون الرشید، جہلم
ذیشان حسن منور حسن، حیدرآباد	سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خان

لاعبہ عمران، واہ کینٹ

صفائی اور پاکیزگی

قراۃ العین ذوالفقار، اسلام آباد

اسلام نے لباس، بدن اور زندگی کے دوسرے کاموں میں پاکیزگی اور صفائی پر بہت زور دیا ہے اور صفائی کو نصف ایمان کہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاکیزگی، طہارت اور صفائی رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے۔''

بدن، لباس اور جوتوں وغیرہ کو آراستہ اور صاف رکھنا اسلامی اخلاقی عمل ہے اور اس کا تعلق ایک پکے اور سچے مسلمان کی ذاتی زندگی میں نظم وضبط سے ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے ہر مسلمان کو اپنے حلیے اور پاکیزگی کا خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے لباس اور ظاہر کو بھی سنوارنا چاہیے۔ سر کے بالوں میں کنگھی کرنی چاہیے، اپنے سر کے بالوں کو حد سے زیادہ نہیں بڑھانا چاہیے۔ وہ ناخن کاٹے، دانتوں کی صفائی کرے اور باادب ہو کر چلے۔

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پریشان حال، الجھے بالوں والے شخص کو دیکھا تو فرمایا:

''تمھیں کوئی چیز نہیں ملی تھی کہ بالوں کو سنوار لیتے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مسلمانوں کے اجتماع میں تشریف لے جاتے تو

آئینہ دیکھتے، زلفوں اور بالوں کو سنوارتے اور عطر لگا کر گھر سے نکلتے۔ گھر سے نکلتے وقت خود کو سنوارنے کو اللہ کی پسندیدگی بیان فرماتے۔ ہمیں چاہیے کہ دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ صفائی کا بھی خیال رکھیں اور خود کو معطر اور پاکیزہ رکھیں۔

اردو زبان کی اہمیت

زہیرہ خان، کراچی

عظیم قومیں اپنی قومی زبان کو اہمیت دے کر عظیم بنی ہیں۔ اردو ہماری قومی زبان ہے، اس لیے ہمیں بھی اردو زبان کو اہمیت دینی چاہیے، لیکن معلوم نہیں، ہم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اردو کے مقابلے میں انگریزی زبان کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اردو زبان کو وہ اہمیت نہیں مل رہی، جو اس کو ملنی چاہیے۔ آپ دکانوں کو دیکھیے۔ زیادہ تر دکانوں کا نام انگریزی میں لکھا ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہمیں بین الاقوامی رابطے کی زبان انگریزی آنی چاہیے۔ اس لیے کہ ہم بہت سے ملکوں کی زبانیں نہیں جانتے تو انگریزی کی مدد سے بات کر سکتے ہیں، لیکن اگر آپ باہر کے کسی ملک جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں دکانوں اور بسوں کے نام ان کی اپنی زبانوں میں لکھے ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو پتا ہے، ہمارا ملک اردو نہ اپنانے کی وجہ سے بھی تباہ ہو رہا ہے؟ ہم نے اپنی قومی زبان اختیار نہ کر کے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ جب تک ہم اپنی زبان میں تعلیم حاصل نہیں کریں گے، نقصان اٹھاتے رہیں گے۔ وہ ملک جو ترقی کر رہے ہیں، ان کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قومی زبان کو اہمیت دیتے ہیں اور اسی زبان میں علم حاصل کرتے ہیں۔ اگر آپ پاکستان کو ترقی کرتا دیکھنا چاہتے ہیں تو اردو زبان کو ترجیح اور اہمیت دیجیے۔

طیب نے اک توتا پالا

عمیر اسماعیل، شیخوپورہ

طیب نے اک توتا پالا
لگتا تھا وہ بھولا بھالا
چونچ تھی اس کی لال لال
سبز تھے اس کے پر اور بال

ٹیں ٹیں باتیں کرتا تھا
ابو سے وہ ڈرتا تھا
گلے میں اس کے گانی تھی
چھوٹی سی پیشانی تھی
امی کو بہت ستاتا
پاس وہ بھاگ کے آتا
امی اس سے تنگ آجاتیں
جھٹ اس کو امرود کھلاتیں
طیب نے اک توتا پالا
لگتا تھا وہ بھولا بھالا

اصل بات

سمعیہ غفار، کراچی

چودھری الٰہی بخش آج بہت خوش تھے کیوں کہ آج وہ دو نئے اسکولوں کی رجسٹریشن کروانے شہر آئے ہوئے تھے۔ ڈرائیور نے گاڑی مطلوبہ عمارت کے پاس روک دی۔ چودھری صاحب گاڑی سے اُترے اور دفتر میں داخل ہوگئے۔ انھوں نے استقبالیہ پر بیٹھے ایک صاحب سے کچھ دریافت کیا اور ایک کمرے میں داخل ہوگئے۔ کمرے میں ایک افسر کرسی پر بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا۔ چودھری صاحب کو دیکھتے ہی افسر نے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور تشریف آوری کا مقصد دریافت کیا۔

چودھری صاحب نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: ”جناب! میرا نام چودھری الٰہی بخش ہے۔ میں گاؤں میں دو نئے اسکول کھولنا چاہتا ہوں۔ بس انھی کی رجسٹریشن کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔“

افسر چودھری صاحب کی بات سن کر بہت خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ چودھری صاحب کتنی اچھی سوچ کے حامل انسان ہیں۔ اگر ہمارے معاشرے میں ان جیسے لوگ پیدا ہوتے رہے تو ہمارا ملک ضرور ترقی کرے گا اور تعلیم حاصل کرنے کے لیے بچے شہروں کا رخ کرنے کے بجائے اپنے ہی گاؤں میں رہ کر تعلیم حاصل کریں گے۔ اچھی بات ہے کہ ہمارے گاؤں کے لوگوں میں بھی شعور پیدا ہوگیا ہے اور وہ اپنے گاؤں کے لوگوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔

افسر نے اپنے ملازم کو چودھری صاحب کے لیے چائے لانے کو کہا اور چودھری صاحب سے بولا: ”چودھری صاحب! مجھے

بہت خوشی ہے کہ گاؤں کے لوگوں میں شعور پیدا ہوگیا ہے، لیکن مجھے یہ بتایئے کہ یہ اسکول آپ کہاں کھولنا چاہتے ہیں؟ کیا اس بارے میں آپ نے سوچ لیا ہے؟''

چودھری صاحب بولے:''جناب! میں دونوں اسکول برابر والے گاؤں میں کھولوں گا اور کہاں۔''

اس پر افسر اور بھی خوش ہوا کہ چودھری صاحب کو برابر والے گاؤں کے لوگوں کا کتنا خیال ہے۔اس نے پھر پوچھا:''جناب! یہ تو اور بھی اچھی بات ہے، مگر آپ برابر والے گاؤں میں اسکول کیوں کھولنا چاہتے ہیں۔کیا آپ کے گاؤں میں اسکول موجود ہے؟''

افسر کی بات سن کر چودھری صاحب اکڑ کر بولے:''جناب! دراصل بات یہ ہے کہ برابر والے گاؤں کے چودھری نے میرے گاؤں میں ایک اسکول کھلوایا ہے، تاکہ میرے گاؤں کے لوگ وہاں تعلیم حاصل کریں، ان میں باغی سوچ پیدا ہو۔وہ سوچنے سمجھنے اور اپنے بارے میں خود فیصلے کرنے کے قابل ہوں، تاکہ وہ مجھ سے بغاوت کریں اور میرے خلاف ہوجائیں۔بس اس چودھری سے بدلہ لینے کے لیے میں انتقاماً اس کے گاؤں میں دو اسکول کھولنا چاہتا ہوں، تاکہ اس گاؤں کے زیادہ لوگوں میں دُگنا شعور پیدا ہو اور وہ اس چودھری کے خلاف ہوجائیں۔آخر وہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ وہ میرے گاؤں کے لوگوں کو تعلیم دے کر میرے خلاف بھڑکانا چاہتا ہے تو میں اس سے پیچھے نہیں رہوں گا۔''

افسر حیرت سے چودھری صاحب کی باتیں سنتا رہا، پھر اس نے دل ہی دل میں مسکرا کر سوچا کہ میں تو کچھ اور ہی سمجھ رہا تھا، یہاں تو معاملہ کچھ اور ہی ہے۔یہ بڑے لوگ کوئی اچھا کام بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی ان کا مفاد ہوتا ہے۔وہ اچھا کام کم اور انتقامی کارروائی زیادہ ہوتا ہے۔ خیر جو کچھ بھی ہو، وجہ کوئی بھی ہو، کسی نہ کسی بہانے ان میں شعور تو پیدا ہوا اور انھوں نے اپنے لوگوں کو تعلیم دینے کی طرف قدم تو بڑھایا اور لوگوں کی فلاح کے لیے کچھ تو سوچا، چاہے وہ فیصلہ شعور کی حالت میں ہو یا جہالت کی حالت میں۔

افسر متعلقہ کاغذات پر نوٹ لکھ رہا تھا اور چودھری صاحب اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہے تھے۔

دعا

مرسلہ: ذیشان حسن منور حسن، حیدر آباد

میرے اللہ! مری دعا سُن لے
بس تجھی سے ہے، التجا سُن لے
اچھی باتیں مجھے سکھا دینا
راہ سیدھی مجھ دِکھا دینا
دولتِ علم تُو عطا کر دے
جہل کی قید سے رہا کر دے
بات سچی زباں پہ لاؤں میں
جھوٹی قسمیں کبھی نہ کھاؤں میں
کہنا اپنے بڑوں کا مانوں میں
اور اسی میں بھلائی جانوں میں
اپنے اعمال پر ہوں شرمندہ
ہوں کرم کی اُمید پر زندہ

اپریل فول کی لعنت

ابنِ مجید، سانگھڑ

آصف، قمر کے ساتھ مل کر اپریل فول منانا چاہتا تھا۔ قمر اپریل فول کو ایک بُری لعنت سمجھتا تھا، مگر دوستی میں آصف کو منع نہ کر سکا۔

آصف نے قمر سے کہا: ''ڈیڈی کو فون کر کے کہو کہ آصف اپنے دوست کاشف کے ساتھ اسکول سے موٹر سائیکل پر آ رہا تھا، چوک پر موڑ مڑتے ہوئے وہ دونوں سامنے سے آتی ہوئی گاڑی سے ٹکرا گئے۔ دونوں کو بُری حالت میں اسپتال لے جایا گیا ہے۔''

''لیکن آصف......؟'' قمر نے کچھ کہنا چاہا۔

''میں تم سے جیسا کہہ رہا ہوں، ویسے کرو۔''

آصف کی ضد کے آگے قمر کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ قمر نے ایک گھنٹے بعد آصف کے گھر کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف آصف کے والد ہی نے فون اُٹھایا۔ قمر نے وہ سب کچھ کہہ ڈالا، جو آصف نے اسے سمجھایا تھا۔

''اچھا بھئی، میں چلتا ہوں، ڈیڈی نہ جانے کس کس اسپتال میں مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔'' قمر کے فون کرنے کے بعد آصف نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

آصف گیٹ کے سامنے پہنچا تو گیٹ پر کھڑے چوکیدار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر چونک گیا: ''کیا ہوا چاچا! خیریت تو ہے؟''

چوکیدار بولا: ''چھوٹے صاحب! آپ کے والد کو دل کا دورہ پڑا ہے۔ انھیں اسپتال لے گئے ہیں۔''

''کیا!'' آصف اسپتال کی طرف دوڑ گیا۔

ڈاکٹروں نے دل کا دورہ پڑنے کی وجہ کوئی گہرا صدمہ بتایا تھا۔ آصف کے والد سیٹھ اکرم کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا اور ڈاکٹروں نے یہ بھی بتایا تھا کہ اگر چوبیس گھنٹوں میں انھیں ہوش آ گیا تو ان کی حالت خطرے سے باہر ہوگی، ورنہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ ان کی بیگم کو اس بات پر الجھن تھی کہ انھیں ایسا کون سا صدمہ پہنچا ہے، جو دل کا دورہ پڑنے کا سبب بنا۔ ان کی الجھن اس وقت دور ہوئی، جب آصف نے رو رو کر تمام قصہ بتایا۔

''سوری مما! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میرا اپریل فول کا مذاق اتنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔''

''دیکھو بیٹا! جھوٹ بولنا اور کسی کو دھوکا دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں اپریل فول کے نام پر مذاق کرنا اور ایک دوسرے کو تکلیف دینا عام ہو گیا ہے۔ نہ جانے کیوں ہم جھوٹ بول کر، دھوکا دے کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔'' آصف کو امی کی باتیں کسی گہرے کنویں کے اندر سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ ڈاکٹر کے الفاظ آصف کے دماغ میں تیزی سے گردش کر رہے تھے۔

اسی وقت قریب کی مسجد سے اذان کی آواز آئی۔ اذان سن کر آصف کے قدم خود بخود مسجد کی طرف اُٹھ گئے۔ اس نے مسجد میں نماز ادا کی اور نماز پڑھنے کے بعد اللہ سے رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا اور اپنے والد کی صحت یابی کے لیے دعائیں کرتا رہا۔ نہ جانے کتنی دیر آصف یونہی سجدے میں پڑا رہا، اچانک وہ چونکا، اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو قمر کھڑا تھا۔ وہ بولا: ''آصف! تمھارے ڈیڈی کو ہوش آ گیا ہے اور ان کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔''

''اوہ خدایا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔'' یہ کہہ کر آصف دوبارہ اللہ کے حضور سجدے میں گر گیا۔

ناکام سازش

شمائلہ اصغر، کراچی

گوہر میٹرک کا طالب علم تھا۔ ایک دن گوہر کے ابو نے اس سے کہا: ''مجھے دفتر کے کام سے دوسرے شہر جانا ہے اور آج میرے دوست سیٹھ ابدالی کے گھر تقریب ہے، جس

میں مجھے بھی شرکت کرنا تھی، لیکن اب میرے بجائے تم اس تقریب میں شرکت کرنا اور میری طرف سے معذرت کر لینا۔''

گوہر خوش ہوا اور مقررہ وقت پر تقریب میں پہنچ گیا۔ سیٹھ ابدالی کی کوٹھی کافی بڑی تھی، مہمانوں کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی۔ ایک طرف سیٹھ ابدالی بھی کھڑے نظر آئے۔ گوہر فوراً ان کے پاس پہنچ گیا، انھیں سلام کیا اور پھر اپنے والد صاحب کے نہ آنے کی وجہ بتائی۔ تقریب کافی دیر تک چلتی رہی۔ کھانے سے فارغ ہو کر گوہر نے واپسی کا ارادہ کیا۔ اچانک اس کی نظر ایک پُر اسرار شخص پر پڑی، جو گیراج کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس شخص نے ہیٹ پہن رکھا تھا۔ گوہر دبے پاؤں اس کے پیچھے گیراج میں آیا تو اس نے دیکھا کہ اس شخص نے سیٹھ ابدالی کی کار کے نیچے کوئی چیز نصب کی اور آہستہ سے چلتا ہوا باہر آ گیا۔

گوہر کار کے نزدیک آیا اور اس چیز کو دیکھ کر جو کار کے نیچے نصب کی گئی تھی، پریشان ہو گیا، کیوں کہ وہ ایک بم تھا۔

گوہر نے جلدی سے سیٹھ ابدالی کو بلا کر ساری بات بتائی۔ سیٹھ ابدالی نے بم ڈسپوزل کے عملے کو فون کر کے بلا لیا۔ اِدھر وہ شخص کوٹھی سے باہر نکل کر اپنی کار میں سوار ہو گیا اور کار تیزی سے چل پڑی۔ گوہر نے بھی دیر نہ کی، فوراً اپنی موٹر سائیکل پر اس کار کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس نے درمیانی فاصلہ رکھ کر بڑی مہارت سے تعاقب جاری رکھا۔ کار ایک سنسان سڑک پر مڑ گئی اور پھر ایک پرانی سی عمارت میں داخل ہو گئی۔ گوہر نے اپنی موٹر سائیکل عمارت سے کچھ فاصلے پر روک دی اور دبے پاؤں پچھلی طرف سے عمارت میں داخل ہو گیا۔ گوہر کو ایک کمرے کے اندر سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ اس نے دروازے کی جھری سے اندر دیکھا، ایک نقاب پوش کے سامنے کچھ افراد کھڑے ہوئے اپنی کارگزاریاں سنا رہے تھے۔ ان کی باتیں سن کر گوہر کو اندازہ ہوا کہ یہ شر پسند لوگ کرائے کے قاتل ہیں۔

گوہر ان کی باتیں سن کر احتیاط سے باہر آیا، پولیس اسٹیشن فون کر کے ساری بات بتائی اور اس عمارت کا پتا بھی نوٹ کروایا۔ کچھ دیر بعد پولیس بھی پہنچ گئی اور عمارت کو گھیرے میں لے

لیا۔ پولیس نے کافی جدوجہد کے بعد تمام مجرموں کو گرفتار کیا۔ اگلے دن گوہر کے اس کارنامے پر حکومت کی طرف سے انعامات کا اعلان کیا گیا۔

عزمِ نو

علی جان باقر، کیچ

اپنے وطن کی شان بڑھائیں
کام کریں اور نام کمائیں
علم کی دولت کے متلاشی
علم کو مل جل کر پھیلائیں
وطن کے نغمے اور ترانے
آؤ بچو! مل کر گائیں
آؤ! عزم کریں یہ پختہ
نیک بنیں اور نیک بنائیں
بھولے سے جو رستہ بھٹکے
اسے علیؔ ہم ، راہ دکھائیں

کالا گجراں

ہارون الرشید، جہلم

کالا گوجراں ایک بہت ہی پرانا آباد علاقہ ہے، جو ضلع جہلم میں واقع ہے۔ اس کے ارد گرد کافی گاؤں آباد ہیں، جو بہت خوب صورت اور سرسبز ہیں۔ یہاں کا ماحول اور آب و ہوا بہت اچھی ہے۔ کالا گجراں میں کئی ہائی اسکول اور اکیڈمیاں ہیں۔ یہاں پر بہت سی مسجدیں اور کئی مزارات ہیں۔ ان مزاروں میں ایک مزار حضرت پیر عظمت ولی سرکار" کا ہے، جہاں ہر سال جون میں میلا لگتا ہے اور لوگ بہت دور دور سے مزار پر حاضری دینے آتے ہیں۔ میلے میں بہت سے کھیل بھی ہوتے ہیں، جس سے لوگ کافی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ میلے کی انتظامیہ بہت اچھی ہے، جو میلے کی فضا خراب نہیں ہونے دیتی۔ کالا گجراں میں ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز میسر ہے۔ کالا گجراں کے لوگ بہت ہی اچھے ہیں اور پُر امن طریقے سے رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ کالا گجراں میں کوئی آفت نہ آئے۔ (آمین)

اللہ کا شکر

سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خان

کسی ملک میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ وہ بہت خوش اخلاق اور نیک انسان تھا۔ رعایا اس سے بہت خوش تھی۔ بادشاہ کا ایک بیٹا امین تھا، جو

مغرور اور بے پروا نوجوان تھا۔ دن بھر شکار کھیلنا اور لوگوں کا مذاق اُڑانا، اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

بادشاہ اپنے بیٹے کی ان حرکتوں سے بہت پریشان تھا۔ ایک دن امین شکار کھیلنے کے لیے جنگل میں گیا۔ ایک بارہ سنگھے کا پیچھا کرتے ہوئے وہ اپنے محافظوں سے بچھڑ گیا اور راستہ بھول گیا۔ چلتے چلتے وہ ایک گاؤں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک اندھا دیوار کا سہارا لیے کہیں جا رہا تھا۔ امین نے پوچھا: ''کہاں جا رہے ہو؟''

اس نے جواب دیا: ''مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جا رہا ہے۔''

امین نے کہا: ''تم تو اندھے ہو اور پھر بھی نماز پڑھنے مسجد میں جاتے ہو؟''

اس نے جواب دیا: ''تو پھر کیا ہوا؟ میرے ہاتھ پاؤں تو سلامت ہیں۔''

امین تھوڑا سا آگے گیا تو اس نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ چارپائی پر بیٹھا ہوا سوکھی روٹی کھا رہا تھا۔ امین نے پوچھا: ''تم یہ سوکھی روٹی کیوں کھا رہے ہو؟''

اس نے جواب دیا: ''اگر سوکھی روٹی بھی نہ ملتی تو میں کیا کھاتا؟''

امین نے اس جگہ بیٹھے اور لوگوں کو بھی دیکھا جو معذور تھے، لیکن سب کے سب خوش تھے۔ اسی وقت مسجد سے اذان شروع ہوئی اور سب ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

دراصل یہ معذوروں کی ایک بستی تھی۔ امین یہ سب کچھ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور سوچنے لگا کہ میں بالکل صحت مند ہو کر بھی معذور ہوں، جب کہ یہ لوگ معذور ہو کر بھی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔

اس نے توبہ کر لی اور باقی زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارنے لگا۔

کام یابی کا راز

لاعبہ عمران، واہ کینٹ

''ارے وسیم بیٹا! ذرا ایک گلاس پانی دینا۔''

''بیٹا! میرے پاؤں دبا دو۔''

''وسیم! درزی سے کپڑے لے آؤ۔''

دادا، دادی، امی، ابو سارا دن وسیم کو آوازیں دیتے رہتے، لیکن وسیم کا یہی جواب ہوتا کہ میں پڑھ رہا ہوں۔ وسیم ہر وقت پڑھتا رہتا، لیکن اس کی پوزیشن تیسری چوتھی ہی آتی۔ البتہ امتحان سے پہلے

وہ ہر ایک سے کہتا پھرتا، کہ میرے لیے دعا کرنا۔

آج وسیم کا نتیجہ تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح چوتھے نمبر پر آیا تھا۔ سب بہن بھائی اپنے نتیجے پر مطمئن تھے اور باہر کھیل کود میں مصروف تھے، جب کہ وسیم کمرے میں اداس بیٹھا تھا۔ دادی کی آواز آئی: ''وسیم بیٹا! آج تم باہر کھیلنے نہیں گئے؟'' ساتھ ہی دادی کمرے میں داخل ہو گئیں، وسیم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''میں کس خوشی میں کھیلوں؟'' وہ غصے سے بولا۔

دادی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں! ''میرے لعل! جیسا تم نے پڑھا تھا، ویسا ہی تمھارا نتیجہ آیا۔''

وسیم نے کہا: ''نہیں دادی! مجھے اول آنا چاہیے تھا۔''

دادی اس کے پاس بیٹھ گئیں اور پیار سے بولیں: ''بیٹا! دراصل بات یہ ہے کہ تم بزرگوں کی دعائیں نہیں لیتے۔''

وسیم ناراضی سے بولا: ''سب سے تو کہتا ہوں کہ دعا کریں۔''

دادی ہنس دیں: ''ایسے نہیں بیٹا! دعائیں کرواتے نہیں، بلکہ لیتے ہیں۔ تم سب کے کام آؤ۔ امی، ابو کی بات مانو۔ میری اور دادا کی خدمت کرو۔ ہم سب کے دل سے تمھارے لیے دعائیں نکلیں گی۔ ساتھ میں دل لگا کر محنت کرو۔ پھر دیکھنا، ضرور اول آؤ گے۔'' وسیم مسکرایا اور باہر دوڑ گیا۔

اب وسیم دل لگا کر پڑھتا ہے۔ اس میں ایک اچھی تبدیلی آگئی ہے کہ امتحان ہوں یا عام دن، وسیم ہمیشہ سب کی خدمت کرتا ہے اور اول بھی آتا ہے۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ با مقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحہ پر لکھے تھے۔

اب آپ بھی اسپائیڈر مین بن سکتے ہیں

اسپائیڈر مین ایک ایسا تصوراتی فلمی کردار ہے جو دیواروں پر آسانی سے چڑھ اور اُتر سکتا ہے، لیکن اب اسپائیڈر مین کو حقیقی شکل میں بھی دیکھنا ممکن ہو گیا ہے۔

ماہرین نے ایک ایسا آلہ بنانے میں کام یابی حاصل کر لی ہے، جس کے ذریعے سے انسان آسانی سے سیدھی دیواروں کے ساتھ چپک کر اوپر چڑھ سکے گا۔ وہ تیزی سے اوپر چڑھ کر آسانی سے نیچے بھی اُتر سکے گا۔ یہ آلہ دو پلیٹوں پر مشتمل ہوگا۔ ایک پلیٹ اوپر ہوگی، جو ہموار ہوگی اور اس میں سوراخ ہوں گے، نچلی والی پلیٹ میں ایک خاص قسم کا پانی ہوگا۔ ان پلیٹوں کے درمیان ایک اور تہ ہوگی۔ اس آلے کو ۹ وولٹ کی عام بیٹری سے کرنٹ فراہم کیا جائے گا، جو پلیٹوں کے درمیان موجود پانی کو دھکیلے گی۔ چپکنے کی صلاحیت رکھنے والے مواد پر مشتمل وہ پانی اوپر والی پلیٹ کے سوراخوں کے ذریعے سے نکل کر دیواروں پر چپک جائے گا۔

اس جدید آلے سے فلموں کے سپر ہیرو اسپائیڈر مین کی طرح دیواروں پر چڑھنے کا عام آدمی کا خواب بھی پورا ہو جائے گا۔ ماہرین کے مطابق اس آلے کے ذریعے سے اب فلموں میں محض کیمرا ٹرکس نہیں ہوں گے، ان میں حقیقت کا رنگ بھرا جا سکے گا۔

نونہال مصور

عروج عابد صدیقی، نارتھ کراچی

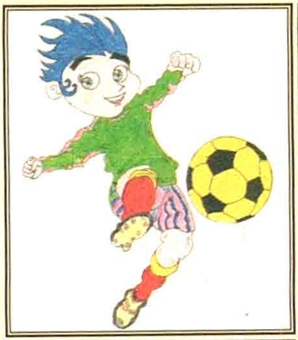

محمد فہد، لانڈھی، کراچی

امامہ محی الدین، حیدر آباد

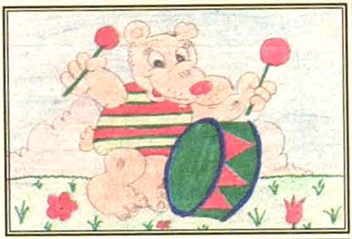

عظمیٰ شاہد، ہری پور ہزارہ

ماہ نور خالد، لاہور

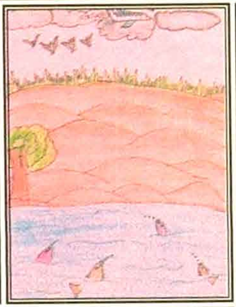

رافعہ خالد، فیڈرل بی ایریا

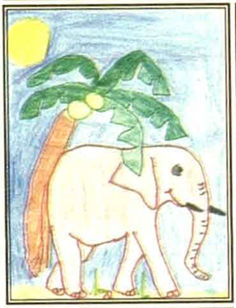

دُرِ نایاب، سرجانی ٹاؤن

تصویر خانہ

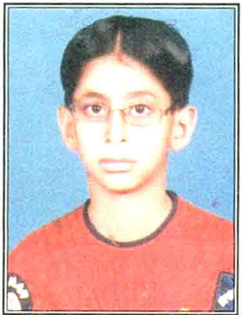

محمد ابوبکر جبار، جھنگ صدر

عبدالرحمٰن کشمیری، کراچی

حسن اعجاز، لاہور

مہک اعجاز، لاہور

شاہ زیب، لاہور

محمد بلال بھٹی، نارتھ کراچی

عمران اصغر، لیاقت آباد

محمد انس خاں غوری، کورنگی

محمد عثمان، کراچی

اتحاد کی برکت

سید ظہران جلیس

گیدڑ بھاگتا ہوا جنگل میں داخل ہوا۔ پھر کھلے میدان میں ٹھیر گیا۔ قریب کی جھاڑی سے لومڑ نکلا۔ اس نے پوچھا: ''کیا بات ہے، اتنے بوکھلائے ہوئے کیوں ہو؟''

''میں نے آج ایک اڑنے والا کھٹولا دیکھا ہے، یعنی اڑن کھٹولا۔'' گیدڑ نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

یہ سنتے ہی لومڑ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ فضا میں غور سے کچھ دیکھنے کی کوشش کرتا رہا، پھر ہنستے ہوئے بولا: ''ارے! آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے اور تم سب گیدڑ چاند کی چودہ تاریخ کو پاگل ہو جاتے ہو اور آسمان کی طرف منھ اٹھا کر خوب ہواں...... ہواں کا شور مچاتے ہو۔''

گیدڑ نے لومڑ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے شیر کی کچھار کی طرف چل پڑا۔

شیر نے گیدڑ سے ملنے والی پریشان کن خبر کے بعد جنگل کے تمام جانوروں کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ لومڑ کو بہت غصہ آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ شیر گیدڑ کی باتوں میں آ گیا ہے۔ وہ بھی شیر کی کچھار کی طرف چل دیا۔ سب جانور اسی طرف جا رہے تھے۔ غار کے باہر پہنچ کر جسے جہاں جگہ ملی، بیٹھ گئے۔

شیر نے سب جانوروں کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور بولا: ''ساتھیو! یہ گیدڑ ایک پریشان کن خبر لے کر آیا ہے۔ اس نے آج ایک اڑن کھٹولے کو جنگل کے اوپر اڑتے دیکھا ہے۔ اس میں انسان سوار تھے۔ ہماری طرح ان کی دُم بھی نہیں تھی۔ سوال یہ ہے کہ یہ اجنبی ہمارے جنگل میں کیوں آئے ہیں۔ اگر وہ ہم پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں اور جنگل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم سب کو اپنے جنگل کی حفاظت کے لیے، اپنی آزادی کے لیے، متحد ہو کر ان سے جنگ کرنی ہوگی۔''

ہاتھی نے اپنی سونڈ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا: ''کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے

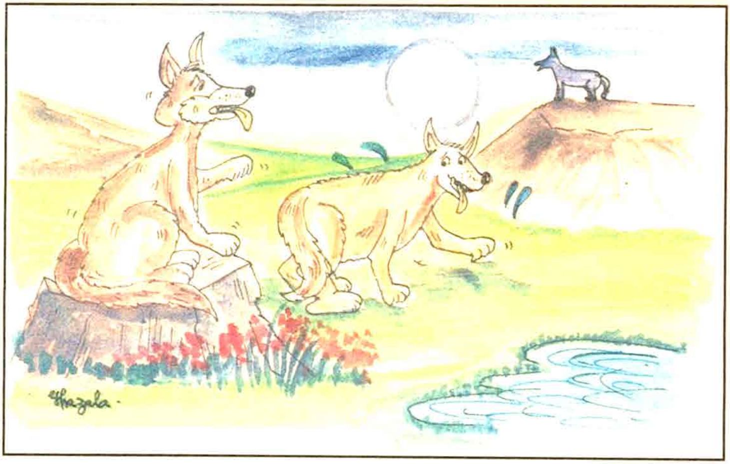

ہمیں گیدڑ کی پوری بات توجہ سے سن لینی چاہیے۔ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔''

شیر نے گیدڑ کو اشارہ کیا کہ وہ پوری بات سب کو بتائے۔ گیدڑ اپنی جگہ کھڑا ہو کر بولا:

''جناب! میں نے آسمان میں ایک کھٹولا اُڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان سب کی شکل ایک جیسی تھی۔ دو آنکھیں، دو کان، سرخ سرخ رنگت والے چہرے، ان کے ہاتھوں میں عجیب وغریب قسم کے آگ اگلنے والے ہتھیار تھے۔''

''یہ لوگ پہلے بھی یہاں کئی بار آ چکے ہیں اور جنگل کے دوسرے جانوروں نے انھیں پہلے بھی دیکھا ہے۔'' چیتل نے گیدڑ کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

شیر غرّا کر بولا: ''یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟''

چیتل نے جواب دیا: ''اگر میں یہ بتا دیتا تو پورے جنگل میں خوف وہراس پیدا ہو جاتا۔''

جنگلی بھینسے نے غصے سے کہا: ''کیا وہ تعداد میں ہم سے زیادہ تھے؟ کیا ان کے سینگ بھی ہیں؟''

چیتے نے سوال کیا: ''کیا وہ ہم سے تیز بھاگ سکتے ہیں؟''

شیر نے کہا: ''یہ بحث مناسب نہیں۔ ہم اپنے جاسوس بھیج کر اس سلسلے میں مکمل معلومات حاصل کریں گے۔ آپ لوگ کل پھر اسی جگہ آ کر فیصلے کے لیے جمع ہو جائیں۔ اس وقت محفل ختم کی جاتی ہے۔''

شیر نے الو کو اس سلسلے میں معلومات جمع کر کے لانے کا حکم دے دیا۔ طے یہ ہوا کہ کل صبح سے شام تک کوے بھی حالات پر اپنی پوری نظر رکھیں گے۔

جنگل میں شیر کے غار سے کچھ فاصلے پر ایک پرانا کھنڈر تھا۔ اڑن کھٹولے والے لوگ اس کھنڈر میں موجود تھے۔ الو تاریک راستے میں اُڑتے ہوئے اپنی نظریں ان کی حرکات پر رکھے ہوئے تھا۔ وہ ان کی ذرا ذرا سی حرکت کا بہت باریکی اور توجہ سے جائزہ لے رہا تھا۔

شام کی میٹنگ میں دونوں نے اپنی اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ رپورٹ مکمل اور سنسنی خیز تھی۔ انھوں نے بتایا کہ واقعی آگ برسانے والے ہتھیاروں سے مسلح لوگ بڑی تعداد میں جنگل میں آ گئے ہیں۔ انھوں نے اب تک دو بارہ سنگھے، تین ہرن اور تین نیل گائیں اور سانبھر ہلاک کر دی ہیں۔ بے شمار پرندے اپنے جالوں میں قید کر لیے ہیں۔ یہ سب کچھ انھوں نے اپنے سربراہ کی دعوت کے لیے کیا ہے، جو اگلے دن یہاں آنے والا ہے۔

یہ رپورٹ سب نے فکر مندی سے سنی، ہاتھی بڑی سنجیدگی سے اس رپورٹ پر غور کر رہا تھا۔ جنگلی بھینسا اپنی جگہ کھڑا ہوا اپنے کُھر سے زمین کو کرید رہا تھا۔ جنگلی کتوں کا سربراہ اپنے ساتھیوں کا شمار کرنے کے لیے ان کی گنتی کرنے میں مصروف تھا۔ چیتا غرّا رہا تھا اور شیر اپنی دم بار بار زمین پر پٹخ رہا تھا۔ لنگور بھی اپنا سر کھجاتے ہوئے کوئی حکمتِ عملی سوچ رہا تھا۔ گیدڑ اپنی جگہ خاموش خوف میں مبتلا بیٹھے تھے۔ مور ہوشیار تھے۔ توتے درختوں کے کھوکھلے تنوں میں گھس گئے۔ لومڑ ابھی تک اسے محض جھوٹی افواہ سمجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔ سانبھر نے اپنی دم اٹھا کر سفید پرچم لہرا دیا تھا، یعنی وہ جنگ کا نہیں امن کا حامی تھا۔

''ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔'' آخر ہاتھی نے اپنی زبان کھولی۔

کوے نے شیر کو مخاطب کیا: ''عالی جاہ! وہ دراصل آپ کو مار دینا چاہتے ہیں۔''

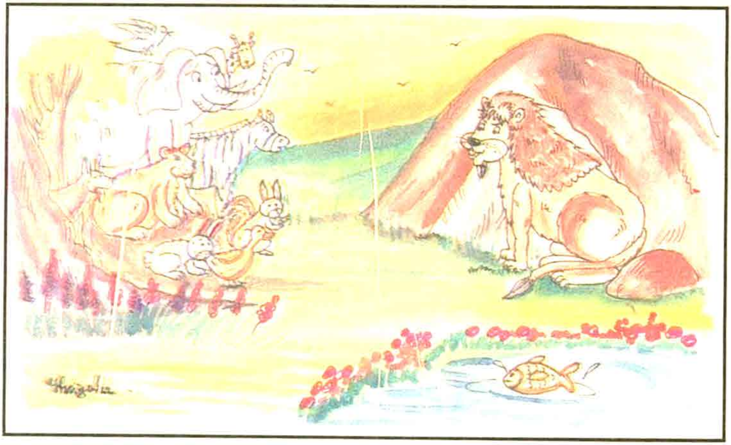

یہ سن کر شیر غرّ ایا۔ اس کی غرّ اہٹ میں خوف کا عنصر صاف ظاہر ہو رہا تھا۔ پھر وہ بولا:

''ہم ان پر حملے میں پہل کر کے ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیں گے۔''

الو نے مشورہ دیا: ''یہ ٹھیک نہیں ہے جناب والا! چاندنی رات ہے، انھوں نے درختوں پر آگ اگلنے والے ہتھیار بڑی تعداد میں چھپا رکھے ہیں اور چاروں طرف بڑے بڑے الاؤ بھی روشن کر دیے ہیں۔ ان بھڑکتے شعلوں کی روشنی میں زمین پر چلنے والی ننھی سی چیونٹی بھی صاف دیکھی جا سکتی ہے۔''

''اگر ہم سب مل کر حملہ کر دیں تو؟'' کتوں کے سربراہ نے پوچھا، اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ دس بارہ کتے مل کر اگر شیر پر حملہ کر دیں تو شیر بھی اپنی جان بچانے کے لیے مقابلہ کرنے سے کترانے لگتا ہے۔

''لیکن اس طرح حملہ کرنے کا خیال درست نہیں۔'' کوے نے کہا: ''جن دیواروں کے پیچھے وہ بیٹھے ہیں، انھیں تو ہاتھی بھی نہیں توڑ سکتا۔ خطرہ دیکھیں گے تو وہ چھت پر چڑھ جائیں

گے۔ اڑن کھٹولے پر بیٹھ کر درختوں سے بھی اونچے ہو جائیں گے۔ پھر ان کے پاس آگ اگلنے والے ہتھیار بھی ہیں، جو ہمیں دیکھتے ہی دیکھتے خاک میں ملا دیں گے۔''

شیر نے محسوس کیا، جیسے لومڑ بھی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے لومڑ سے بولا: ''کہو، کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو، یہ دور جمہوریت کا ہے۔ تمھاری بات بھی توجہ سے سنی جائے گی۔''

شیر کی اجازت پا کر لومڑ نے کہا: ''مقابلہ کرنے یا حملے میں خود پہل کرنے کے بجائے اگر ہم سب کہیں نہ کہیں چھپ جائیں، یعنی روپوش ہو جائیں۔ ایک دو دن خاموش اپنی اپنی جگہ چھپے رہیں۔ باہر ہی نہ نکلیں تو یہ وحشی ظالم شکاری ناکام ہو کر خود اپنے گھر واپس چلے جائیں گے۔''

سب نے لومڑ کی بات سنی۔ انھیں یہ تجویز پسند آئی۔ الو نے کہا: ''چھپنے سے نصف گھنٹہ پہلے ہم سب خوب شور مچائیں گے، چیخیں گے، چنگھاڑیں گے، دہاڑیں ماریں گے، پرندے اپنی اپنی بولیوں میں زور شور سے چیخیں گے، جس سے سننے والے یہ سمجھیں کہ جنگل پر کوئی مصیبت، کوئی آفت آنے والی ہے۔ پھر جب وہ آئیں گے تو جنگل کو ویران اور سنسان دیکھ کر یہ سمجھتے ہوئے واپس چلے جائیں گے کہ سب جانور کسی آسمانی تباہی اور بربادی کا شکار ہو گئے ہیں۔ جنگل انھیں خالی ملے گا تو وہ واپس چلے جائیں گے۔''

تجویز کو اتفاق رائے سے قبول کر لیا گیا۔ ہر جانور اسی تجویز پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ جنگل کے ہر چھوٹے بڑے جانور کو اچھی طرح یہ بات سمجھا دی گئی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ توتوں اور موروں کو خصوصی ہدایت دی گئی۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ اگلی صبح لومڑ آ کر جنگل کی صورتِ حال سے سب کو آگاہ کرے گا کہ شکاری واپس چلے گئے ہیں یا ابھی کھنڈر کی عمارت میں موجود ہیں۔ اس کے بعد ہی سب جانور اپنی اپنی خفیہ جگہوں سے نکل کر باہر آئیں گے۔

ادھر کھنڈروں کے قریب کی بڑی عمارت میں سب شکاری جنگل میں شیر کا شکار کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ اگلے دن ان کے بادشاہ اور ان کے امیروں، وزیروں کو بھی شکار کے

لیے جنگل پہنچنا تھا۔ وہ ان کے لیے محفوظ خیمے نصب کر رہے تھے کہ اچانک جنگل میں ہونے والے شور نے انھیں حیران کر دیا۔ جنگل میں بے پناہ شور سے ان کے کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہے تھے کہ جنگلی جانوروں نے ایک دم، ایک ساتھ کیوں شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ ان پر اچانک کیا مصیبت آ گئی ہے۔ ان کے بے تحاشا اِدھر اُدھر بھاگنے سے جنگل کی زمین ہلنے سی لگی تھی۔ اس شور سے تو شکاریوں کی جیسے جان ہی نکل گئی۔ انجانے خوف سے وہ اپنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے۔ ان کے ہاتھ پیر کانپنے لگے، جس کے ہاتھ میں جو چیز تھی، وہ چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ باورچی نے روٹی پکاتے ہوئے گھبرا کر اپنے ہاتھ ہی تندور میں جلا لیے، کچھ لوگوں نے گھبرا کر فائرنگ کرنا شروع کر دی، سب لوگ کھنڈر اور قریبی عمارت میں گھس گئے۔ جنگل میں ہر طرف ایک افراتفری کا منظر تھا۔ کسی کو کسی کا بھی ہوش نہیں تھا۔ ہر ایک کو صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ پھر اچانک ہی جنگل میں خاموشی چھا گئی۔ شور کی جگہ گہرے سناٹے نے لے لی۔

''یہ سب کیا تھا؟ اچانک شور شروع ہوا اور پھر اچانک ہی خاموشی چھا گئی۔'' ایک شکاری نے دوسرے سے خوف زدہ انداز میں دریافت کیا۔ ان کے چہرے پر اب تک خوف کے سائے لہرا رہے تھے۔ آنکھیں خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

ایک نے کہا: ''شاید ہاتھی اور شیر آپس میں ایک دوسرے سے لڑ پڑے ہوں گے۔''

''لیکن یہ آوازیں صرف شیر اور ہاتھی کی نہیں تھیں، بلکہ ان آوازوں میں تو ایک خوف کی سی کیفیت تھی۔ چیتے، چیتل اور دوسرے جنگلی جانوروں، حد یہ ہے کہ پرندوں کی بھی آوازیں ان میں شامل تھیں۔''

دوسرے نے کہا: ''مگر سوال یہ ہے کہ شیر اور ہاتھی بھلا کس سے ڈریں گے؟ وہ تو خود دوسروں کے لیے خوف کی علامت ہیں۔''

جنگل میں ان سے ہر جانور ہی ڈرتا ہے۔'' ایک اور شکاری بولا۔ پھر سب ہی یہ باتیں کرتے ہوئے سونے چلے گئے۔

کئی شکاری رات پھر پہرہ دیتے رہے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ جنگل میں بالکل ہی خاموشی ہے، نہ کسی شیر کی دہاڑ سنائی دی، نہ ہاتھی کی چنگھاڑ۔ صبح ہوگئی اور انھوں نے پرندوں کی چہچہاہٹ بھی نہیں سنی، نہ کسی پرندے کو گھونسلے سے نکل کر آسمان میں اُڑتے دیکھا، نہ کوؤں نے کائیں کائیں کا شور مچایا۔ مچھر، جگنو، چوہے اور دوسرے کیڑے مکوڑے بھی غائب تھے۔ چاروں طرف عجیب قسم کا سناٹا پھیلا ہوا تھا۔

''چلو، سب باہر نکل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوا ہے۔ یہ خاموشی، یہ سناٹا کیوں ہے۔'' ایک شکاری نے دوسرے شکاری سے کہا اور پھر دو اور شکاری ان کے ساتھ ہوگئے۔ چاروں عمارت سے نکل کر باہر آئے۔ جنگل میں ہر طرف ویرانی کا سا منظر تھا۔ کوئی جانور نظر نہیں آ رہا تھا۔

آخر وہ چلتے چلتے تھک گئے۔ انھوں نے جنگل کا ایک بڑا حصہ دیکھ لیا تھا۔ ایک شکاری نے کہا: ''رات یقیناً کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے اور خوف ناک بھی۔ صبح کا وقت ہے، جنگل میں تو ہر طرف خوب چہل پہل ہونی چاہیے تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ، جانوروں کا خوراک کی تلاش میں نکلنا۔ پانی کے لیے دریا کی طرف جانا، مگر آج تو کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ کوئی پرندہ چہچہاتا نظر آ رہا ہے، نہ کوئی آسمان میں اڑتا ہوا، نہ کوئی جانور خوراک کی تلاش میں باہر نکلا ہے، نہ کوئی اپنی پیاس بجھانے کے لیے دریا کی طرف جاتا نظر آیا ہے۔ ہمیں واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع کر دینی چاہیے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔'' پھر وہ چاروں وہیں سے لوٹ گئے۔

کیمپ میں بھی سب لوگ ڈرے سہمے اور انجانے خوف میں مبتلا تھے۔ اپنے ساتھیوں سے جنگل کی تفصیل سن کر ان کی فکر اور بڑھ گئی اور ان کے خوف میں اضافہ ہوگیا۔

شکاریوں کے سربراہ نے کہا: ''بادشاہ سلامت آج آنے والے ہیں۔ ان کے وزرا اور امرا بھی ساتھ ہوں گے، ہمیں انھیں پہلے سے یہاں کے حالات کی اطلاع دے دینی چاہیے۔ ہم پر یہ اطلاع نہ دینے کی وجہ سے نہ جانے کیا مصیبت، کیا مشکل آ جائے۔''

بادشاہ کو خبر کر دی گئی، جواب میں پیغام آیا کہ کوئی بات نہیں۔ پروگرام ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ ہیلی کاپٹر سے جنگل کی فضا کا جائزہ لینے کا حکم ہوا۔ کئی تجربے کار لوگ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر ی پر پہنچے، جنگل کے چپے چپے کا جائزہ لیا۔ پورے جنگل میں قبرستان کی سی خاموشی کا راج تھا، نہ کہیں کوئی جانور نظر آیا، نہ کسی کی آواز سنائی دی۔ پھر ان کے حکمراں بادشاہ اور بادشاہ کے ساتھ تمام سرکردہ وزیر، امیر بھی تشریف لے آئے۔

بادشاہ نے تحقیقات کا حکم دیا۔ وہ خود ایک ہیلی کاپٹر میں سوار فضا میں پرواز کرتے ہوئے کئی مقام پر گیا اور جھاڑیوں میں فائر بھی کرائے، مگر جنگل کے سناٹے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ صرف ہیلی کاپٹر کی آواز فضا میں گونج رہی تھی، کہیں کسی گھونسلے سے کوئی پرندہ بھی نکل کر آتا ہوا نظر نہیں آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شکاری کتے بھی اپنے پنجرے کے دروازے توڑ کر باہر نکل بھاگے تھے۔

ایک وزیر نے کہا: ''عالی جاہ! ہمیں واپس محل چلنا چاہیے، خدا نہ کرے......''

''مجھے کیا ہوگا؟'' بادشاہ نے وزیر کی بات کاٹتے ہوئے تنک کر کہا، مگر ان کی آواز میں بھی خوف شامل تھا۔

وزیر نے ایک پرانا قصہ یاد دلایا اور کہا: ''ایک شیر کا شکار کرنے کے لیے آپ پہاڑی پر تھے، مگر شیرنی کا نشانہ نہ لے سکے اور ایک گہرے کھڈ میں پھسلتے ہوئے گر گئے۔ یہ تو خوش قسمتی تھی کہ جان بچ گئی اور آپ سلامت رہے۔''

یہ واقعہ یاد آتے ہی بادشاہ حضور نے ایک جھرجھری سی لی اور پھر ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھے۔ یہ جیسے دوسروں کے لیے بھی اشارہ تھا کہ وہ بھی واپس چلیں۔

لومڑ ایک بھٹ میں چھپا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ شکاریوں کے واپس جاتے ہی اس نے شیر کو یہ خبر پہنچائی۔ شیر اپنے غار میں دُبکا بیٹھا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے بادشاہ کی چلائی ہوئی گولی اس کے قریب ایک درخت میں لگی تھی۔ وہ ان کے نشانے کی زد میں آنے سے بال بال بچا تھا۔

لومڑ کی رپورٹ سن کر اس نے خوشی میں ایک دہاڑ لگائی ۔ آن کی آن میں سب جانور غار کے سامنے آ کر جمع ہو گئے ۔ سب خوش تھے کہ لومڑ کی تجویز اور ان کے اتحاد نے انھیں شکاریوں سے بچالیا تھا اور وہ سب زندہ سلامت تھے ، کسی کو ذرا بھی خراش تک نہیں آئی تھی ۔ ☆

اشاعت سے معذرت

☆ **کراچی، تحریریں:** دوستی ، ماں ، انجام ، سنہری مچھلی ، ایمان داری ، غرور و تکبر ، لالچ بری بلا ہے ، جنگل کی سیر ، کسان کی توبہ ، پرستان کی سیر ، اپریل فول تاریخ کی روشنی میں ، حرکت میں برکت ، ایمان داری بہترین طریقہ کار ، صبر کا پھل ، روداد یوتھ فورم (بزمِ گل) ، انوکھا ترین مقابلہ ، کراچی کی بسیں ، ایمان کی قیمت ۔ **نظمیں:** دعا ، اچھے بچے ، تتلی ، چڑیا گھر ، چلو لے آئیں پھر سے بہار ، ماں کا خواب ، اللہ ، مرغے نے آج میرے کچھ احسان یہ کیا ☆ **ٹنڈو الہیار:** احساس ☆ **اوباڑو:** جادوئی بیج ☆ **سانگھڑ:** اللہ کی تعظیم ، سویرا (نظم) ☆ **نواب شاہ:** پتنگ بازی کا انجام ، بلا عنوان انعامی کہانی ☆ **سکرنڈ:** ڈوبی ہوئی بارات ☆ **شکار پور:** چاند پر مضمون ، طالب علم (نظم) ☆ **لاہور:** جنت کی دنیا ، عجوبہ ، وجہ ، گمشدہ بیٹا ، ملی ترانہ (نظم) ☆ **فیصل آباد:** غازیہ کی بمیاں ، ایک آرزو (نظم) ، سچ کو آنچ نہیں (نظم) ☆ **کھیوڑہ:** مرغ کا قورمہ ☆ **منکیرہ:** عظیم انسان ☆ **کندیاں:** وطن کا رکھوالا ☆ **جوہر آباد:** چودہ اگست (نظم) ☆ **ملتان:** تعریف اس خدا کی ، بے حس لوگ ، لالچ (نظم) ☆ **بہاول نگر:** اے وطن پیارے وطن (نظم) ☆ **اٹک:** پیلی دھوپ اور کالی رات (نظم) ☆ **واہ:** کہانی بلا عنوان ☆ **پنڈ دادن خان:** کھانے پینے کے آداب ☆ **ہڈالی:** احساس ، عجیب ، ریس لگاؤ گے ☆ **گوادر:** مایوسی ☆ **کوئٹہ:** شہزادی اقصیٰ بلقیس ☆ **مقام ندارد:** گرمی آئی (نظم) ، ہمارا وطن (نظم) ، کیا واقعی اللہ ہے ۔ ☆

ڈاکٹر عبدالسلام

امتیاز علی ناز

پاکستان میں بہت سارے ہونہار افراد اپنی تعلیم اور قابلیت کی بنیاد پر نمایاں رہے ہیں اور انھوں نے پاکستان میں، بلکہ ساری دنیا میں اپنے نام کے ساتھ ساتھ ملک کا نام بھی روشن کیا۔ دولت، شہرت، عزت نے ان کے قدم چومے اور وہ تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں۔ ایسے لوگوں میں پاکستان کے معروف سائنس داں ڈاکٹر عبدالسلام کا نام بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام صوبۂ پنجاب کے مشہور شہر جھنگ میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول پڑھا لکھا ہونے کی وجہ سے ان کا دل بھی پڑھائی کی طرف زیادہ رہا۔ ابتدائی تعلیم جھنگ میں حاصل کی۔ ان کی تعلیمی کارکردگی کا یہ عالم تھا کہ میٹرک سے ایم اے تک متواتر ہر امتحان میں اول آتے رہے تھے۔ بی۔اے اور پھر ایم۔اے پنجاب یونی ورسٹی سے کیا۔ ۱۹۴۶ء میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ (انگلستان) چلے گئے۔

انگلستان جانے سے پہلے وہ انگریزی ادبیات کی تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند تھے، لیکن انگلستان جاکر وہ اپنے پرانے پسندیدہ مضمون ریاضی کی طرف مائل ہو گئے اور انھوں نے کیمبرج یونی ورسٹی میں ریاضی کے امتحان میں نمایاں کام یابی کے بعد فزکس (طبعیات) کے امتحان میں بھی شان دار نمبر حاصل کیے۔ ۱۹۵۱ء میں واپس آکر گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبۂ ریاضی کے سربراہ مقرر ہوئے اور کچھ عرصے تک اس شعبے سے منسلک رہے۔

۱۹۵۲ء میں انھیں پنجاب یونی ورسٹی کے شعبۂ ریاضی کا صدر منتخب کر لیا گیا تو وہ بڑی خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دیتے رہے۔ بعد ازاں پنجاب یونی ورسٹی کے شعبۂ ریاضی کی

سربراہی سے استعفا دے کر دوبارہ تعلیم کی غرض سے لندن پہنچے تو اپنی قابلیت کی بنیاد پر امپیریل کالج لندن میں شعبۂ ریاضی کے سربراہ مقرر ہو گئے۔

جب ڈاکٹر عبدالسلام لندن میں امپیریل کالج کے شعبۂ ریاضی کے سربراہ مقرر ہوئے تو انھیں شعبۂ سائنس کے صدر کے عہدے پر بھی چنا گیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام پہلے ایشیائی باشندے تھے، جنھیں یہ اعزاز ملا تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو ۱۹۶۸ء میں ''ایٹم برائے امن'' انعام ملا تو صدرِ پاکستان محمد ایوب خان نے انھیں صدارتی مشیر برائے سائنسی امور مقرر کیا۔ اس حیثیت سے انھوں نے سائنس کے شعبے کو بہت ترقی دی۔ انھیں ۱۶-اکتوبر ۱۹۷۹ء میں طبیعیات کے شعبے میں نوبیل انعام ملا۔ ڈاکٹر عبدالسلام پاکستان کے واحد سائنس داں ہیں، جنھیں نوبیل انعام ملا۔ انھیں یہ اعزاز آئن سٹائن کے چار نظریات کو عملی طور پر ثابت کرنے پر ملا تھا۔

ڈاکٹر عبدالسلام محنتی اور ذہین طالب علم تھے، جنھوں نے پاکستان کا نام پوری دنیا میں روشن کیا۔ ☆

خطرناک غلطیاں

☆ اس نیت سے گناہ کرنا کہ بعد میں توبہ کرلوں گا۔

☆ اپنا راز کسی کو بتا کر پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔

☆ آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا۔

☆ اپنے آپ کو سب سے زیادہ لائق اور عقل مند تصور کرنا۔

☆ ہر ایک میٹھی زبان والے کو دوست سمجھ لینا۔

☆ جو کام خود نہ کر سکے، وہ دوسرے کے لیے بھی ناممکن خیال کرنا۔

☆ اپنے والدین کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اپنی خدمت کی توقع رکھنا۔

مرسلہ: رضا علی سرگانہ، ملتان

آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

عام کالی یا نیلی روشنائی سے بھی تصاویر بنائی جاسکتی ہیں۔ اس میں سیدھی، آڑی اور بے ترتیب ہر طرح کی شکلیں استعمال ہوسکتی ہیں۔ مثلاً اوپر کچھ سیدھی اور کچھ آڑی ٹیڑھی شکلیں نظر آ رہی ہیں۔ پھر ان ہی کی مدد سے نیچے ایک مکمل تصویر بنائی گئی ہے۔ اسی طرح آپ بھی بہت سی دوسری تصویریں بنا سکتے ہیں۔ مشق ضروری ہے۔ ☆

ہنسی گھر

● ایک پہلوان کی ٹانگ نیلی پڑ گئی۔ ڈاکٹر نے کہا: ''ٹانگ کاٹنی پڑے گی، ورنہ زہر پھیلنے کا خطرہ ہے۔'' کچھ عرصے بعد دوسری ٹانگ بھی نیلی ہو گئی۔ ڈاکٹر نے کہا: ''زہر پھیل گیا ہے، دوسری ٹانگ کاٹنا بھی ضروری ہے۔''

لہٰذا دونوں ٹانگیں کاٹ کر پلاسٹک کی ٹانگیں لگا دی گئیں، لیکن کچھ دنوں بعد وہ بھی نیلی ہو گئیں، ڈاکٹر نے کہا: ''تمھارا علاج سمجھ میں آ گیا، دراصل تمھاری دھوتی رنگ چھوڑتی ہے۔''

مرسلہ: محمد خرم خالد، کراچی

● ایک ڈاکٹر نے دوسری منزل پر اپنا اسپتال قائم کیا۔ ایک ماہ تک کوئی مریض نہ آیا تو ڈاکٹر کو تشویش ہوئی۔ اس نے اپنے دوست سے پوچھا: ''میں ایک سند یافتہ ڈاکٹر ہوں۔ میرے ہاں نرسیں بھی تربیت یافتہ ہیں، دیگر عملہ بھی اچھا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی مریض نہیں آتا؟''

دوست: ''آپ نے سیڑھیوں پر یہ جو لکھ رکھا ہے کہ اوپر جانے کا راستہ۔''

مرسلہ: خدیجہ زاہد، کراچی

● شوہر: ''میں بیمار ہوں۔ مجھے جانوروں کے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔''

بیوی: ''وہ کیوں؟''

شوہر: ''روز صبح مرغے کی طرح اُٹھ جاتا ہوں، گھوڑے کی طرح بھاگ کے آفس جاتا ہوں، گدھے کی طرح کام کرتا ہوں اور رات کو بلی کی طرح سو جاتا ہوں۔''

مرسلہ: ارم اعجاز شیرازی ملتانی، کراچی

● ایک آدمی نے ہوٹل والے سے کہا: ''چکن بریانی میں تو چکن ہی نہیں ہے!''

ہوٹل والا بولا: ''کیا گلاب جامن میں گلاب ہوتا ہے؟''

مرسلہ: حمزہ، نجاح، کراچی

● ماں نے بچے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''یاد رکھو بیٹا! ہم یہاں اس دنیا میں

دوسروں کی بھلائی کے لیے آئے ہیں۔''

بچے نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہا:

''اور امی! دوسرے یہاں کس لیے آئے ہیں؟''

مرسلہ: وقار حسین، کراچی

ایک دن پڑوسن کو ضروری کام سے فون کرنے اپنے ہمسائے کے گھر جانا پڑا۔ ان کے بچے نے دروازہ کھول کر کہا: ''آپ اگلے ہفتے آئیں۔''

خاتون نے حیران ہو کر پوچھا: ''وہ کیوں؟''

بچے نے جواب دیا: ''میری امی فون پر بات کر رہی ہیں۔''

مرسلہ: سدرہ بانو محمد حنیف کھتری، کراچی

کچھ نوجوان ایک جگہ پر پاپ میوزک پر ناچ رہے تھے کہ ایک دیہاتی کا وہاں سے گزر ہوا، دیہاتی بھاگتا ہوا ان لڑکوں کے پاس پہنچا اور جیب میں سے ایک پڑیا نکال کر اُن لڑکوں کو دیتے ہوئے بولا: ''جب کبھی میرا کتا ایسی حرکتیں کرتا ہے تو اُسے بھی میں یہی ہاضمے کی دوا دیتا ہوں۔''

مرسلہ: ثناء فاطمہ راجپوت دوڑ، نواب شاہ

باپ بیٹے سے: ''بیٹا! جب ہم چھوٹے تھے تو بالکل جھوٹ نہیں بولتے تھے۔''

بیٹا: ''اچھا ابو! تو آپ نے جھوٹ بولنا کب سے شروع کیا؟''

مرسلہ: زلیخا بانو کھتری اٹارسی والے، نیو کراچی

دفتر میں ایک صاحب نیا سوٹ پہن کر آئے تو ایک ساتھی نے کہا: ''سوٹ تو تم نے بہت اچھا پہن رکھا ہے۔''

ان صاحب نے خوش ہو کر کہا: ''پسند آیا؟''

ساتھی نے کہا: ''ہاں، لیکن یہ بتاؤ کہ سوٹ کا ناپ دینے کے لیے تم نے کس کو بھیجا تھا؟''

مرسلہ: دانیال ناصر، کراچی

کنجوس شخص (اپنے بیٹے سے): ''بیٹا! میں چاہتا ہوں، تم جلد سے جلد بڑے ہو جاؤ۔''

بیٹا: ''کیوں؟''

کنجوس: ''میرے جوتے چھوٹے ہو رہے ہیں۔ تم بڑے ہو جاؤ گے تو تمھارے کام آ جائیں گے۔''

مرسلہ: فرحان بچہ، ٹنڈو الہیار

ایک پاگل دوسرے پاگل سے: ''اگر ایک ہاتھی سوئی کے ناکے سے گزر رہا ہو تو اُسے روکنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟''

دوسرے نے جواب دیا: ''تو فوراً ہاتھی کی دم پر گرہ لگا دینی چاہیے۔''

مرسلہ: خوشبخت، زویا، احسان، گھوٹکی

• بیٹا: ''ابو! آپ نے وعدہ کیا تھا نا، کہ میں پاس ہو جاؤں گا تو مجھے پانچ ہزار روپے دیں گے!''

ابو: ''ہاں بالکل۔''

بیٹا: ''تو خوش ہو جائیں، آپ کے پانچ ہزار روپے بچ گئے۔''

مرسلہ: محمد سیف اللہ، گلشنِ حدید، کراچی

• بیوی نے شوہر سے پوچھا: ''آخر آپ نے کس بات سے اندازہ لگایا کہ ہمارا ننھا بہت بڑا سیاست داں بنے گا؟''

شوہر بولا: ''ننھا ایسی باتیں کرتا ہے، جو کانوں کو بھلی لگتی ہیں، لیکن غور کرو تو ان کا کوئی مطلب نہیں نکلتا۔''

مرسلہ: محمد رضا علی سرگانہ، ملتان

• زبیر: ''اگر گدھے کی دُم کاٹ دی جائے تو کیسا لگے گا؟''

سلطان: ''تمھاری طرح۔''

مرسلہ: محمد حیات بالی، ہڈالی

• ٹرین میں سفر کرتے وقت ایک صاحب بڑی دیر سے اپنی چھینک روکنے کی کوشش رہے تھے۔ چھینک آتی تو وہ عجیب شکل بنا کر روک لیتے۔ ایک ہمسفر سے ضبط نہ ہو سکا اور پوچھ بیٹھا: ''آخر آپ چھینک کیوں روک رہے ہیں؟''

ان صاحب نے جواب دیا: ''میری بیوی کا کہنا ہے، جب بھی چھینک آئے تو سمجھ لینا کہ میں نے آپ کو یاد کیا ہے اور آپ کو میرے پاس آ جانا چاہیے۔''

ہمسفر بولا: ''آپ کی بیوی ہے کہاں؟''

جواب دیا: ''وہ مر چکی ہے۔''

مرسلہ: طیبہ فاطمہ، اورنگی ٹاؤن، کراچی

• ایک غائب دماغ پروفیسر بس میں سفر کر رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ایک سیٹ خالی ہوئی، تب بھی کھڑے ہی رہے تو بیٹھے ہوئے ایک مسافر نے کہا: ''جناب سیٹ خالی ہوگئی ہے، آپ بیٹھ جائیں۔''

پروفیسر بولے: ''اس وقت میں بہت جلدی ہوں۔ بیٹھنے کا بالکل وقت نہیں ہے۔''

مرسلہ: محمد شاہد کھتری اٹارسی والے، نیو کراچی

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال، شمارہ فروری ۲۰۱۰ء کے بارے میں ہیں

● جو کہانیاں مجھے پسند آئیں ان میں کویل کا تحفہ، کسان اور شیطان، چاے اور بلاعنوان انعامی کہانی شامل ہیں۔ انکل! آپ کی تحریر ''جوہری توانائی'' اور حکیم صاحب کی ''میں تمھارا ناخن ہوں'' بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ نسرین شاہین کا مضمون ''ریلوے کا موجد'' بہت معلوماتی تھا۔ **جمشید علی مشوری، کراچی۔**

● فروری ۲۰۱۰ء کے شمارے میں ماں کی دعا، راکھ سے بنی عمارت، علم دریچے، نونہال ادیب، کسان اور شیطان اور کویل کا تحفہ بہت ہی اچھی تھیں۔ **نوال صدیقی، کراچی۔**

● ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی سرورق اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات اور روشن خیالات نے دل دماغ کو روشن کر دیا۔ کسان اور شیطان، کویل کا تحفہ، میں تمھارا ناخن ہوں، چاے، بلاعنوان انعامی کہانی (حسن ذکی کاظمی)، ریلوے کا موجد، نیک پڑوسی (مسعود احمد برکاتی)، ترکیب، تیسری آنکھ، اور ماں کی دعا زبردست تحریریں تھیں۔ انکل! یہ کہانیوں کے آخر میں لکھا ہوتا ہے ''ابنِ انشا'' یہ کیا ہے؟ **عمر دراز نوناری، ملتان۔**

> ابنِ انشا ممتاز مزاح نگار تھے۔ ابنِ انشا صرف ان ہی کی تحریروں کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ابنِ انشا کا اصل نام ''شیر محمد خان'' ہے۔

● فروری کا شمارہ کہانیوں اور معلومات سے بھرپور ہے۔ کہانیوں میں کویل کا تحفہ، کسان اور شیطان اور بلا عنوان انعامی کہانی بالترتیب پہلے، دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہیں۔ میں تمھارا ناخن ہوں اور ریلوے کا موجد بڑی معلوماتی تحریریں تھیں۔ آپ کی تحریر جوہری توانائی بھی زبردست تھی۔ **اعجاز خان میرانی، کراچی۔**

● فروری کا ہمدرد نونہال بہت ہی اچھا تھا۔ سرورق بہت خوش نما تھا۔ کہانیوں میں چاے (اشتیاق احمد)، کسان اور شیطان (وقار محسن)، کویل کا تحفہ (معراج)، تیسری آنکھ بہت ہی اچھی اور سبق آموز کہانیاں تھیں۔ خاص طور پر مہینے کا خیال بہت ہی اچھا تھا۔ ہنسی گھر واقعی ہنسی گھر تھا۔ جاگو جگاؤ (حکیم محمد سعید) کا صفحہ بہت ہی سبق آموز تھا۔ ریلوے کا موجد اور جوہری توانائی بہت ہی معلوماتی تحریریں تھیں۔ **قاری شعیب عالم سرحدی، کرک۔**

● کہانیوں میں کسان اور شیطان (وقار محسن)، کویل کا تحفہ (معراج)، چاے (اشتیاق احمد) اور بلاعنوان کہانی اچھی لگیں۔ حکیم سعید انکل کی تحریر ''میں تمھارا ناخن ہوں'' سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ ہنسی گھر کے سارے لطیفے اچھے تھے۔ **روزینہ شریف، کراچی۔**

● تمام کہانیاں، ہنسی گھر کے لطیفے، بیت بازی کے اشعار، میں تمھارا ناخن ہوں (شہید حکیم محمد سعید)، ریلوے کا موجد (نسرین شاہین) اور جوہری توانائی (مسعود احمد برکاتی) بہت زبردست تحریریں تھیں۔ **سرمد صابر انبالوی بحراب پور۔**

● فروری کا شمارہ بڑا زبردست لگا۔ ہر کہانی اپنی مثال آپ تھی۔ کسان اور شیطان، چاے، بلاعنوان، کویل کا تحفہ اور تیسری آنکھ بہت خوب لگیں۔ **زنیرہ سلیم، کراچی۔**

● فروری کا شمارہ بھی ہمیشہ کی طرح پسند آیا۔ **ناجیہ بتول، کراچی۔**

● جاگو جگاؤ اور اس مہینے کا خیال پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ روشن خیالات اور تینوں نظمیں بھی بہت اچھی لگیں۔ **عابد علی آرائیں ٹنڈو میر علی، سندھ۔**

● سب کہانیاں سپرہٹ تھیں۔ انکل! پلیز کوئی قسط وار ناول شروع کریں۔ **احمد رضا، ٹنڈو میر علی، سندھ۔**

● انکل! آپ کتنے بھائی ہیں اور آپ چھوٹے ہیں یا بڑے؟ **بلال محمد یاسین، تربت۔**

> ہم صرف دو بھائی ہیں۔ بڑے بھائی حکیم سید محمود احمد برکاتی صاحب ہیں۔

● بلاعنوان کہانی بہت اچھی اور سبق آموز تھی۔ اس کہانی سے ہمیں

رشتوں کی اہمیت کا پتا چلتا ہے اور آج کل کے دور میں رشتوں کی اہمیت کم ہوتی جارہی ہے۔ لوگ اپنوں کے بغیر جی رہے ہیں۔ انھیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کون ہم سے خفا ہے۔ ہمیں رشتوں کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ **نائیلہ مجید، ٹنڈو آدم۔**

◉ فروری کے شمارے میں شائع ہونے والی تمام کہانیاں بہت ہی اچھی اور دل چسپ رہیں۔ **اریبہ شیخ، نارتھ کراچی۔**

◉ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا تھا۔ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک بہت ہی خوب تھا۔ کہانیوں میں ترکیب، ماں کی دعا، کسان اور شیطان، کویل کا تحفہ بہت اچھی تھیں۔ انکل! آپ معلومات افزا کے سوالات بہت ہی مشکل دیتے ہیں۔ سوالات کچھ آسان دیا کریں۔ **حافظہ عروین فہیم، کراچی۔**

مشکل سوالات آپ میں علم کی جستجو بڑھانے کے لیے دیے جاتے ہیں۔

◉ جاگو جگاؤ یعنی شہید حکیم محمد سعید کی تحریر نہ پڑھنا، رسالہ نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ ہر ایک تحریر اپنی مثال آپ تھی، لیکن جو سب سے زیادہ پسند آئیں وہ وقار احمد کی کسان اور شیطان، معراج کی کویل کا تحفہ، اشتیاق احمد کی چاے اور حسن ذکی کاظمی کی بلاعنوان کہانی تھیں۔ **صاحبزادہ چنوں، گھوٹکی۔**

◉ تحریریں ماں کی دعا، چاے، ریلوے کا موجد اور کویل کا تحفہ بہت پسند آئیں۔ **عبدالرزاق سموں، مٹیاری۔**

◉ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح دل چسپ تھا۔ سرورق بہت پیارا تھا۔ کہانیوں میں سب سے اچھی چاے (اشتیاق احمد)، کسان اور شیطان (وقار محسن) رہیں۔ دوسرے نمبر پر کویل کا تحفہ، تیسری آنکھ اور ماں کی دعا تھیں، جب کہ معلوماتی تحریروں میں ریلوے کا موجد، میں تمھارا ناخن ہوں اور سکوں کی دنیا دل چسپ اور معلومات افزا تھیں۔ نظمیں سب کی سب بہت اچھی تھیں۔ مستقل سلسلوں میں علم دریچے، روشن خیالات اور بیت بازی وغیرہ کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ **محمد شعیب مصطفیٰ، سرگودھا۔**

◉ فروری ۲۰۱۰ء کی تحریریں بہت اچھی لگیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر بہت زبردست تھی۔ انکل! میں پانچ سال سے ہمدرد نونہال پڑھ رہی ہوں۔ میں نے اس سے اپنی اردو بہتر بنائی اور میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا اور اپنی بہنوں کو سکھایا۔ ہمدرد نونہال کی جتنی تعریف کی جائے، کم ہے۔ **خدیجہ اختر، کراچی۔**

◉ فروری کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ کہانیوں میں کسان اور شیطان (وقار محسن)، کویل کا تحفہ (معراج) اور چاے (اشتیاق احمد) بہت اچھی تھیں۔ اشتیاق احمد کی تو ہر تحریر اچھی اور سبق آموز ہوتی ہے۔ شہید حکیم محمد سعید کی حیرت انگیز معلومات پر مبنی تحریر "میں تمھارا ناخن ہوں" پڑھ کر ہماری معلومات میں اضافہ ہو گیا۔ **کرن شبیر، کراچی۔**

◉ پہلی بات، اس مہینے کا خیال، جاگو جگاؤ اور روشن خیالات بہت خوب صورت تھے۔ نظموں میں اللہ کا بندہ اور ماں باپ سے محبت اچھی لگیں۔ کہانیاں ساری ہی بہت اچھی تھیں، مگر شیطان اور کسان، کویل کا تحفہ، ماں کی دعا، چاے کا کوئی جواب نہ تھا اور "اعضا بولتے ہیں" میں ناخن کے بارے میں پڑھ کر بہت معلومات حاصل ہوئیں۔ **غالیہ ارم، لاہور۔**

◉ ہمدرد نونہال بچوں کی تربیت کے لیے بہت زبردست رسالہ ہے۔ **حافظ عثمان مزمل، ملتان۔**

◉ انکل! آپ کی تعلیم کتنی ہے؟ پیاری سی پہاڑی لڑکی پلیز نونہال میں شائع کریں۔ ہمدرد نونہال بہت زبردست جا رہا ہے۔ **مصباح عارف علی، حیدر آباد۔**

میں ابھی طالب علم ہوں یعنی علم کا سفر جاری ہے۔ پیاری سی پہاڑی لڑکی جلد کتابی صورت میں شائع ہوگی۔

◉ ہمدرد نونہال کا ہر شمارہ شاباش دینے کے قابل ہوتا ہے۔ **نیہا حماد، لاہور۔**

◉ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگا۔ **رومیسہ امجد انصاری، ٹنڈو آدم۔**

◉ جاگو جگاؤ، پہلی بات ہمیشہ کی طرح اعلا تھے۔ نیک پڑوسی ایک اچھی تحریر

تھی۔ کوئل کا تحفہ، ماں کی دعا اور چائے پسند آئیں۔ **محمد تنویر یانگراہ، پیلو وینس۔**

◉ دسمبر کے نونہال میں درویش کی گائے اور نانی چنو بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ علم دریچے، نونہال مصور اور ہنسی گھر لاجواب تھے۔ لفظ ''مرسلہ'' کے معنی بتادیں۔ **طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور۔**

''مرسلہ'' کے معنی ہیں ارسال کیا ہوا، بھیجا ہوا۔

◉ فروری کے شمارے کا سرورق دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ کوئل کا تحفہ (معراج) تو بہت ہی اچھی لگی۔ ریلوے کا موجد (نسرین شاہین) سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ **ثوبیہ جمال، نائیلہ خان، نورین رسول، ثناء، ادریس، کراچی۔**

◉ فروری کا شمارہ نہایت ہی خوب صورت اور دل کش تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات بہت اچھی تھیں۔ ترکیب، بلاعنوان کہانی، ماں باپ کی محبت (نظم) بہت پسند آئیں۔ مسکراتی لکیریں، ہنسی گھر، علم دریچے بہت اچھے اور دل چسپ سلسلے تھے۔ **مریم کومل، میر پور ساکرو۔**

◉ ہمدرد نونہال بہت زبردست چل رہا ہے۔ سب لکھتے ہیں کہ نونہال کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں، لیکن میرے پاس الفاظ تو ہیں نونہال کی تعریف کے لیے، مگر صفحات نہیں ہیں۔ **عروبہ انجم، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال کی بیت بازی بھی خوب ہوتی ہے۔ مجھے بھی بہت پسند آتی ہے اور اس میں سے اپنے پسندیدہ اشعار اپنی غزل والی نوٹ بک میں لکھتی ہوں۔ **نینال محمد حنیف، کراچی۔**

◉ فروری کا شمارہ بہت ہی عمدہ اور بے مثال تھا۔ ہر کہانی بہت اچھی تھی۔ نظمیں بہت اچھی لگیں۔ **الساء طارق، کراچی۔**

◉ فروری ۲۰۱۰ء کا ہمدرد نونہال پڑھا، بہت پسند آیا۔ ہنسی گھر میں کافی معیاری لطائف تھے۔ اس کے علاوہ بلاعنوان کہانی اور کوئل کا تحفہ پسند آئیں۔ **ارسلان شفیق، حمزہ حفیظ، ایان شفقت، واہ کینٹ۔**

◉ ناخن سے متعلق حکیم محمد سعید کی تحریر سے کئی نئی چیزیں معلوم ہوئیں۔ کہانیوں میں کسان اور شیطان، تیسری آنکھ اور کوئل کا تحفہ دل چسپ کہانیاں تھیں۔ **امجد خان، واجد علی، نوید احمد، ذیشان احمد، کراچی۔**

◉ اشتیاق احمد صاحب کی تحریر ہمیشہ کی طرح بہترین تھی۔ وقار محسن صاحب اور حسن ذکی کاظمی صاحب کی تحریریں بھی لاجواب تھیں اور نذیر احمد یوسفی کی کاوش بھی اچھی تھی۔ **محمد سعد افراہیم، کراچی۔**

◉ فروری کا نونہال اچھا لگا، خاص کر لطیفے مجھے بہت پسند ہیں۔ **موسیٰ لطیف، تربت۔**

◉ ہمدرد نونہال ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔ تحریریں ریلوے کا موجد، چائے اور کسان اور شیطان بہت اچھی تھیں۔ **شہلا ناز ہو وقار حسین، کراچی۔**

◉ فروری کا شمارہ اے ون تھا۔ ساری کہانیاں اور نظمیں، علم دریچے، نونہال ادیب تو قابلِ تعریف تھے۔ ویسے ہمدرد نونہال ہمارا ایک اچھا دوست ہے۔ اس دوست سے ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ اب تو ہماری دوستی پکی ہوگئی ہے۔ **انیلا محمود انصاری، میر پور خاص۔**

◉ فروری ۲۰۱۰ء کے ہمدرد نونہال میں تقریباً سب ہی کہانیاں اچھی تھیں، لیکن مجھے سب سے زیادہ لوک کہانی ''ترکیب، ماں کی دعا اور چائے بہت پسند آئیں۔ انکل! اشتیاق احمد میرے پسندیدہ مصنف ہیں آپ ان کی کہانیاں ہر مہینے شائع کیا کریں۔ کیا معلومات افزا کے جوابات اور بلاعنوان کہانی کا عنوان ایک ہی لفافے میں بھیج سکتے ہیں؟ **سیدہ مبین فاطمہ عابدی، جہلم۔**

بعض بہت اچھی کہانیاں تقریباً دس، بارہ سال بعد دوبارہ بھی شائع کر دیتے ہیں۔ جی ہاں ایک لفافے میں الگ الگ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

◉ فروری کا ہمدرد نونہال خاص نہیں تھا۔ کہانیوں میں چائے، کسان اور شیطان، کوئل کا تحفہ، تیسری آنکھ اچھی کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی (حسن ذکی کاظمی)، کہانی ترکیب اور سلسلہ علم دریچے خاص نہیں تھا۔ **عباس علی مونی، کراچی۔**

◉ فروری کا ہمدرد نونہال اپنی مثال آپ تھا۔ جاگو جگاؤ بہت اچھا تھا۔ پہلی بات دل کو لگ گئی۔ گویا ہمدرد نونہال سرورق سے لے کر نونہال لغت تک بہت اچھا تھا۔ **رفعت بتول، جھاوریاں۔**

◉ جاگو جگاؤ اور پہلی بات تو ہمیشہ کی طرح بہت اچھی تھیں۔ کہانیوں میں تیسری آنکھ، کسان اور شیطان، کوئل کا تحفہ، چائے اور بلاعنوان

کہانی بہت اچھی تھیں۔ مضمون میں "تمھارا ناخن ہوں" بھی اچھا تھا۔ نظم ماں باپ کی محبت اور ماں وقار ہستی ہے، بے حد پسند آئیں۔ **عائشہ کامران، بلال کامران، کراچی۔**

◉ جاگو جگاؤ اور پہلی بات نے دل میں جگہ بنالی۔ کہانیوں میں کسان اور شیطان، چاے، کویل کا تحفہ اور حکیم محمد سعید کی تحریر میں تمھارا ناخن ہوں، نیک پڑوسی (مسعود احمد برکاتی) اور ماں کی دعا (نیا گل) اچھی تھیں۔ اس شمارے میں اسلامی کہانیاں نہیں تھیں۔ **محمد ارشد اللہ رکھا، کوٹ غلام محمد۔**

◉ تمام کہانیاں زبردست اور سبق آموز تھیں۔ ہر تحریر ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ تمام تحریریں بہترین تھیں۔ علم دریچے اور نونہال ادیب پڑھ کر مزہ آیا۔ تمام سلسلے بہت اچھے چل رہے ہیں۔ **ملا امبر محمد اشرف، کراچی۔**

◉ جاگو جگاؤ، پہلی بات پڑھ کر واقعی ہمیں سبق ملا۔ روشن خیالات پڑھ کر ہمارا تو ذہن روشن ہو جاتا ہے۔ کہانیاں جو مجھے پسند آئیں ان میں کویل کا تحفہ، چاے اور ماں کی دعا، بہت زبردست تھیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر "میں تمھارا ناخن ہوں" پڑھ کر کافی معلومات حاصل ہوئیں۔ **عارفہ شیخ عبدالرزاق، نیو کراچی۔**

◉ فروری کا شمارہ سارا زبردست تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی پڑھ کر بے اختیار آنکھیں بھر گئیں اور کہانی کویل کا تحفہ (معراج) چاے (اشتیاق احمد) تیسری آنکھ (نذیر احمد یوسفی) یہ کہانیاں بہت پسند آئیں۔ ہسکوں کی دنیا کی سیر کرتے ہوئے بہت مزہ آیا۔ انکل! مجھے آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے۔ میں آپ سے کیسے مل سکتی ہوں۔ **سیدہ رقیہ اسماعیل، یزمان، بہاول پور۔**

> جب بھی کراچی آنا ہو، فون کر کے وقت طے کر کے دفتر ناظم آباد میں آجائیں۔

◉ فروری کا شمارہ زبردست رہا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات بہت اچھے لگے۔ کہانیاں سبھی اچھی تھیں، لیکن بلاعنوان کہانی اور چاے (اشتیاق احمد) کی بات ہی کچھ اور تھی۔ اس کے علاوہ ریلوے کا موجد (نسرین شاہین)، جوہری توانائی (مسعود احمد برکاتی)، نیک پڑوسی (مسعود احمد برکاتی) اور چین کی سب سے بڑی مسجد (حبیب خان) جیسی معلوماتی تحریروں نے نونہال کی خوب صورتی کو مزید نکھار دیا۔ **صفیہ وہاب انصاری، کراچی۔**

◉ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات، علم دریچے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب اور آپ کے لکھے ہوئے مضمون بہت مزے کے اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ میرا پڑھائی میں دل نہیں لگتا۔ بالکل بھی! میں کیا کروں؟ **سلمان یوسف، کراچی۔**

> ناامید نہ ہوں۔ کوشش جاری رکھیں۔ کسی طالب علم ساتھی کے ساتھ بیٹھ کر پڑھا کریں، دل لگنے لگے گا۔

◉ اس ماہ کا سرورق پسند آیا۔ کہانیوں میں کویل کا تحفہ، بلاعنوان، تیسری آنکھ اچھی تھیں۔ **اریبہ احمد، کراچی۔**

◉ اتنا خوب صورت شمارہ پیش کرنے پر آپ کو اور ہمدرد نونہال کی ٹیم کو مبارک باد قبول ہو۔ **آمنہ محمد ایوب صدیقی، حیدرآباد۔**

◉ فروری کا شمارہ اچھا تھا۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ چاے، کسان اور شیطان، ترکیب بہت پسند آئیں۔ نظم اللہ کا بندہ (مشتاق حسین قادری) اور ماں وقار ہستی ہے (لبنیٰ بدر) بھی پسند آئیں اور ہنسی گھر کے لطیفے اچھے تھے اور سلسلہ علم دریچے بھی مزے دار تھا۔ **وجیہہ زبیر، کراچی۔**

◉ کہانیوں میں کسان اور شیطان سب سے اچھی تھی۔ "سکوں کی دنیا" پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوگیا۔ **امبر یعقوب مسیح سوھترا، کوٹری۔**

◉ مجھے ناول پڑھنے میں مزہ آتا ہے۔ اشتیاق احمد، حسن ذکی کاظمی، معراج، نیا گل، وقار محسن اور ابرار محسن کی تحریریں اچھی ہوتی ہیں۔ **صبیحہ انجم۔**

◉ کویل کا تحفہ (معراج)، کسان اور شیطان (وقار محسن)، میں تمھارا ناخن ہوں (حکیم محمد سعید)، جوہری توانائی (مسعود احمد برکاتی) غرض سرورق سے لے کر نونہال لغت تک تمام شمارہ مزے دار تھا۔ **راؤ محمد طارق شبیر، سکندرآباد۔**

◉ فروری کے شمارے میں سب کچھ اچھا لگا۔ خاص طور پر کویل کا تحفہ (معراج)، ماں کی دعا (نیا گل)، چاے (اشتیاق احمد) اور بلاعنوان

کہانی (حسن ذکی کاظمی) تو بہت ہی زبردست تھیں۔ **سدرہ بانو محمد حنیف کھتری، کراچی۔**

◉ کویل کا تحفہ، کسان اور شیطان بہترین تھیں، جب کہ اشتیاق احمد صاحب کی کہانی چاہے پہلے نمبر پر اور بلاعنوان کہانی دوسرے نمبر پر رہی اور تیسرے نمبر پر تیسری آنکھ رہی۔ انکل! شمیم فاطمہ کی نظم بنام قائد نہایت اچھی تھی۔ **فرزین اعجاز شیرازی، کراچی۔**

◉ فروری کا شمارہ بہت ہی اچھا تھا۔ ہمیشہ کی طرح کہانیاں بہت ہی زبردست تھیں۔ انکل! کوئی سائنسی یا جادوئی کہانی شائع کریں۔ **خدیجہ زاہد، اریبہ زاہد، کراچی۔**

◉ فروری کا ہمدرد نونہال بہت خوب صورت اور بہت اچھا تھا۔ سب کہانیاں اچھی تھیں، لیکن کہانی ترکیب سو میں سے سو نمبر لے گئی۔ لطیفے بھی بہت پسند آئے۔ **فرحان بچہ، ٹنڈو الہیار۔**

◉ ہمدرد نونہال بہت مزے دار تھا۔ وقار محسن کی کہانی کسان اور شیطان بہت اچھی لگی۔ کویل کا تحفہ بھی اچھی تھی۔ ترکیب اور تیسری آنکھ بھی اچھی تھیں۔ **محمد اسامہ انصاری، حیدرآباد۔**

◉ اس بار میں نے صرف بلاعنوان کہانی (حسن ذکی کاظمی) پڑھی ہے، پسند آئی۔ **اُسامہ طیب، کبیر والا۔**

◉ فروری کا شمارہ لاجواب تھا۔ سب سے اچھی کہانی چاہے تھی، دوسرے نمبر پر شیطان اور کسان تیسرے نمبر پر کویل کا تحفہ تھیں۔ شہید حکیم محمد سعید کا سلسلہ بہت اچھا جارہا ہے۔ **محمد عدنان اسلم، محمد رحمان اسلم، فضیلہ اسلم، زین گوجرہ۔**

◉ جاگو جگاؤ، بیت بازی، کسان اور شیطان کہانی پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ **مصطفیٰ مجبور، بھکر۔**

◉ فروری کا شمارہ بہت شان دار تھا۔ **وجدان نصیر نوشاہی، سماہن پال شریف۔**

◉ فروری کے ہمدرد نونہال نے سارے رکارڈ توڑ دیے۔ شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ میں نے کوئی پچاس بار پڑھا، لیکن پھر بھی جی نہیں بھر رہا۔ اللہ کرے، ہمدرد نونہال یونہی ہمیں اور دوسرے نونہالوں کو لطف دیتا رہے۔ **عدنان افضل، کنڈی گنجرا، کندیاں۔**

◉ سرورق بہت زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ، اور اس مہینے کا خیال بھی بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں کویل کا تحفہ، چاہے، کسان اور شیطان اور ریلوے کا موجد بہترین تھیں۔ روشن خیالات، علم دریچے اور باقی ساری تحریریں بھی اچھی تھیں۔ **عیشہ نوید، جہانیاں۔**

◉ فروری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ معراج انکل کی جادوئی کہانی بھی زبردست تھی۔ بلاعنوان کہانی اچھی تھی۔ تمام لطیفے اچھے تھے۔ مجموعی طور پر تمام رسالہ اچھا تھا۔ **محمد عبیداللہ طارق، ضلع لیہ۔**

◉ ہمدرد نونہال ہمیشہ کی طرح بہترین تھا۔ اس بار کہانیاں سب پسند آئیں۔ **وقار احمد بوزدار بلوچ، کراچی۔**

◉ ہمدرد نونہال کا تازہ شمارہ پڑھنے کے لیے ہر وقت بے چین رہتی ہوں، میں چھے سال سے نونہال کی باقاعدہ قاری ہوں۔ بچوں کا یہ رسالہ بہت معلومات افزا ہے۔ مارچ کا شمارہ اچھا تھا۔ جن زادہ کی سزا نمبرون تھی۔ **وریشا احمد، راولپنڈی۔** ☆

شمارے مئی ۲۰۱۰ء کی متوقع تحریریں

☆ میں تمھارا دانت ہوں

شہید حکیم محمد سعید

☆ میں آپ کی چہیتی ہوں

مسعود احمد برکاتی

☆ پریوں کے بال

بابائے اردو مولوی عبدالحق

☆ ایک اور احسان

حسن ذکی کاظمی

☆ اور بہت سی معلومات اور دل چسپیاں

بلاعنوان کہانی کے انعامات

فروری ۲۰۱۰ میں جناب حسن ذکی کاظمی کی بلاعنوان کہانی شائع ہوئی تھی ۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے ۔ کمیٹی نے ان میں سے صرف ایک عنوان ''اور دیوار گر گئی'' کو بہترین قرار دیا ہے ۔ یہ عنوان مختلف علاقوں سے اٹھارہ نونہالوں نے بھیجا ہے ۔ ان سب نونہالوں کو انعام کے طور پر کتاب روانہ کی جا رہی ہے :

۱۔ یسریٰ محمود، ناظم آباد، کراچی

۲۔ وجیہہ زبیر، لیاقت آباد، کراچی

۳۔ بینش ظریف، گلستان جوہر، کراچی

۴۔ ماریہ شفقت، چندریگر روڈ، کراچی

۵۔ سید عمر رضا، ملیر سٹی، کراچی

۶۔ عروبہ امتیاز خان، گلشنِ اقبال، کراچی

۷۔ سید محمد فیضان، ناظم آباد، کراچی

۸۔ محمد انس خان غوری، کورنگی، کراچی

۹۔ آصف کریم، درون شاہ کا پڑ، حیدر آباد

۱۰۔ جبین سروش، حمید پورہ کالونی، میر پور خاص

۱۱۔ ربیعہ ناز، کوٹ غلام محمد، میر پور خاص

۱۲۔ نائیلہ مجید، ٹنڈو آدم، سانگھڑ

۱۳۔ خوشبخت، بگوواہ، گھوٹکی

۱۴۔ کنول سعید خانزادہ راجپوت، سکرنڈ، نواب شاہ

۱۵۔ رابیل، حنا، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

۱۶۔ شبانہ بشیر، ٹی اینڈ ٹی کالونی، اسلام آباد

۱۷۔ شیر محمد، پائی خیل، میانوالی

۱۸۔ سہیل نصیر احمد، گوادر، مکران

چند اچھے عنوانات یہ ہیں:

ہم ایک ہیں ۔ محبت مر نہیں سکتی ۔ محبت کی نئی کرن ۔ ملن ۔ خون کا جوش ۔ بر وقت فیصلہ ۔ زندگی پھر مسکرائی ۔ بہتر فیصلہ ۔ انا کی دیوار ۔ اور وہ مل گئے ۔ چچا مان گئے ۔ لہو کی تڑپ ۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے عنوانات بھیجے

❖ **کراچی:** امین سہیل صدیقی، سیدہ زہرہ امام، سیدہ مریم محبوب، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ باذل علی اظہر، سیدہ عفیفہ جاوید، سیدہ عفان علی جاوید، سیدہ شہظل علی اظہر، محمد عاقب احمد، فیضان حنیف، سید حسن اشرف سبزواری، واجد نگینوی، شہلا ناز، محمد بلال صدیقی، شاہ رخ رحمان، حنا اعجاز، ربیعہ اقبال، شازیہ انصاری، عباسی علی مونی، محمد اسماعیل رمضان پڑہیاڑ، عوین فہیم، نظر محمد یوسف، عائشہ خان، شیرین خان، سمین احمد، یسریٰ محمود، افضال احمد خان، ارسہ جاوید، محمد عمر، تسمینہ ادریس کھتری، محمد بلال معظم، صبا قدوس خان، احمد معظم، راشد عالم، بلال کامران، عریشہ منظر، وجیہہ زبیر، حمزہ ابراہیم، زریشیاء کنول عطاریہ، فاطمہ علی، وقار الحسن، طوبیٰ رضا، ثناء سلیم، قدسیہ شریف، سیدہ اریبہ احمد، جمیل عالم عباسی، عارفہ شیخ عبدالرزاق، بینش ظریف، رخسانہ قمر، سعد افراہیم، صفیہ وہاب انصاری، مطہرہ ناصر، ارج رفیق، سعدیہ مقصود، شاہ محمد مظہر عالم، شاہ بشریٰ عالم، شاہ ازہر عالم، مصباح ابراہیم، رمشا شاہد، سعد جہانگیر زبیری، طوبیٰ جہانگیر زبیری، حبا ندیم، سید فراز حسن کاظمی، مائرہ خان، سدرہ بانو محمد حنیف کھتری، ربعیہ ندیم، مہوش صابر حسین، حافظہ سیدہ طیبہ فاطمہ، محمد اسد سلیم، ماریہ شفقت، تیمور جاوید، اسد رئیس، سید محمد ارتضیٰ حسین جعفری، طیبہ فاطمہ، سیدہ مریم رفیع، سدرہ سہیل ہنگورا، ازکیٰ راؤ، عشبہ خان، حافظ عبدالصمد، محمد جمال خان الھدیٰ، اُمِ ھانی منصور، سلمان یوسف، فرزین اعجاز شیرازی، سعدیہ اعجاز شیرازی، مسعود اعجاز شیرازی ملتانی، ماریہ حسین، فرخ ناز، سعد رسول سواتی، سہیل احمد بابوزئی، حافظہ بسمہٗ قاضی، ارسلان ریحان عقیل، اویس احمد خان، حمزہ شفیع، حبیب اللہ بلوچ، سید محمد انتصار حسن، راحمہٗ انصاری، عدرس شعیب، سید عمر رضا، ماہم سلیم، خدیجہ زاہد، نعمان احمد، عبداللہ عارف علی، عمر رحمان، نیلم انور، تنزیلہ ممتاز،

حلیمہ سعدیہ، عروبہ شمس، عروبہ انعم مجید، حافظ سید حسن شموئیل، محمد راشد خان کشمیری، وجاہت مسرور، حافظ محمد عمیص بابر، محمد سلمان شاہد، انعم انور شہزاد، ارم نسیم خان، ثمر مفتی، زینب، ثوبیہ جمال، واجد علی، اعجاز خان میرانی، کرن شبیر، نیناں محمد حنیف، شاداب ریاض، زنیرہ سلیم، رخشاں حیدر، احسن رضوان، روزینہ شریف، مریم رحمان، سید محمد عدیل، سید شمس الحق باری، عروبہ امتیاز خان، ثمرین ثناء اللہ، سید بلال حسین ذاکر، عریبہ دلشاد، انشراح یاسر انصاری، حاسن یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، نیرانیس، سید محمد فیضان، سید محمد طلحہ، حبیبہ حفیظ، نوال صدیقی، محمد انس خان غوری، جمشید علی مشوری، اریبہ شیخ، محمد ارسلان قاسم، طوبیٰ وسیم خان، السماء طارق، ذارا انور ❖ **حیدرآباد:** مصباح عارف علی، آمنہ محمد ایوب صدیقی، حافظہ نگین انصار احمد خان، تبسم محمد لطیف، محمد اسامہ انصاری، محمد اسامہ حبیب، سیدہ حفصہ معروف، طٰہٰ یاسین، آصف کریم، مرزا فرحان بیگ، عائشہ احتشام ❖ **میر پور ساکرو:** مریم کومل عبدالصمد خان کاکڑ ❖ **مکلی:** سوہل قریشی، تیمور جاوید، الضحیٰ فاطمہ، اُم کلثوم، وجیہہ جاوید، عائشہ بی بی، اقصیٰ احمد ❖ **ٹمیاری:** بابر عبدالرحمان سموں، عبدالرزاق سموں ❖ **ٹھٹھہ:** فریحہ مقبول عباسی ❖ **بھٹ شاہ:** ایم حارث ارسلان انصاری ❖ **ٹنڈو الہیار:** فرحان بچہ، درشہوار محمد رضوان مغل ❖ **کوٹری:** ذیشان یعقوب سوھترا ❖ **گڈو بیراج:** قرۃ العین عائشہ ❖ **میر پور خاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور، نازش محمد اکرم ❖ **عمر کوٹ:** سعدیہ حیدر علی شاہ ❖ **ٹنڈو جان محمد:** کنول عبدالستار ٹالپر، عفت سمیع ❖ **کوٹ غلام محمد:** ربیعہ ناز ذوالفقار احمد قائم خانی، کنزہ حفصہ، محمد ارشد اللہ رکھا ❖ **جھڈو:** محسن کمبوہ محمد علی، عبدالوسیع قائم خانی، سامعیہ حاجی محمد سردار ناگوری ❖ **شہداد پور:** عنایت علی، راشد علی عمرانی، سدرہ بنیامین ❖ **سرھاری:** نایاب خالد حسین خانزادہ، محمد منور بروہی ❖ **ٹنڈو آدم:** رومیسہ امجد انصاری، نائیلہ مجید ❖ **سنجھورو:** رانا ذوالفقار حیدر راجپوت، رانا مبین حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، رانا مرتضیٰ حیدر راجپوت ❖ **سانگھڑ:** جویریہ فریاد علی رحمانی، شنکر لال حیدری، توشیبا الطاف، عابد حسین رندھاوا، محمد افضل رندھاوا، منیب احمد رندھاوا، عطیہ بانو، محمد طلحہ رندھاوا، محمد عاقب منصوری ❖ **لاڑکانہ:** نبی بخش ابڑو ❖ **سکھر:** دلشاد انصاری، کرن عبدالستار، اسماء طفیل، معاذ علی حوریہ جبین انصاری ❖ **روہڑی:** شاہ نور جمشید خان، ماہ نور جمشید خان ❖ **جیکب آباد:** عبداللہ

ٹالانی، محمد ارشد ٹالانی بلوچ ❖ **ہلانی (محراب پور)**: شاہ زیب علی ❖ **محراب پور**: اسفند صابر انبالوی ❖ **دربیلو (نوشہرو فیروز)**: محمد یوسف سولنگی ❖ **گھوٹکی**: خوش بخت، زویا، دعا، اقصیٰ، احسان، حسنین، سعد، حمزہ، محمد علی ❖ **سکرنڈ**: عبدالصمد جاوید، کنول سعید خانزادہ راجپوت ❖ **لاہور**: حرا یاسمین، سعدیہ جوہر، ارمغان الرحمان، غالیہ ارم، رافعہ سہیل، فبیہا حماد، فاطمہ اسلم چوہدری، قراۃ العین قاضی، امتیاز علی ناز ❖ **اوکاڑہ**: بشریٰ غفار ❖ **فیصل آباد**: عبدالصبور خالق، عبداللہ احسان ❖ **سمبڑیال**: محمد اسد بلال ❖ **واہ**: مشعل ندیم، صبا شفیق، ایمن خالد ❖ **راولپنڈی**: محمد حسن ساجد، اسماء مناہل، محمد عمر اقبال، نور فاطمہ، رابیل حنا، ردا فاطمہ ❖ **اسلام آباد**: شبانہ بشیر، اقصیٰ چغتائی ❖ **کامل پور موسیٰ (اٹک)**: معاویہ ذیشان ❖ **پنڈ دادن خان (جہلم)**: سیدہ مبین فاطمہ عابدی ❖ **دینہ**: سدرہ اکرم ❖ **کالا گجراں**: ہارون الرشید، سیماں کوثر، محمد افضل، محمد افضال ❖ **یزمان (بہاول پور)**: سیدہ رقیہ اسماعیل ❖ **بہاول پور**: عدیلہ خان وٹو ❖ **بہاول نگر**: اسماء سلیم، ماریہ ساجد، عروج علی ❖ **رحیم یار خان**: مریم شاہین، شیخ محمد مبشر سلیم، فائزہ زبیر ❖ **ملتان**: عمر دراز نوناری، حافظ عثمان مزمل، سدرہ نذر، عابدی بھٹی، محمد رضا علی سرگانہ، محمد ارسلان اسلم، مریم جاوید ❖ **ڈیرہ غازی خان**: انیقہ صادق ❖ **دریا خان (بھکر)**: راحیلہ حیات نیازی ❖ **کلور کوٹ (بھکر)**: رابعہ وحید ❖ **میانوالی**: ایمن فاروق ❖ **پائی خیل**: شیر محمد ❖ **کندیاں**: عدنان افضل ❖ **نور پور تھل**: محمد تنویر انگراء ❖ **گوجرہ**: محمد عدنان اسلم ❖ **ٹوبہ ٹیک سنگھ**: سعدیہ کوثر ❖ **کبیر والا**: اسامہ طیب، عجواہ بریں ❖ **جہانیاں**: بشریٰ شبیر، عیشہ نوید رندھاوا، محمد علی بلال ❖ **جھنگ**: محمد ابوبکر جبار ❖ **واصو**: محمد عمر حسن ❖ **سرگودھا**: محمد شعیب مصطفےٰ، محمد بلال شاہد ❖ **جھاوریاں**: رفعت بتول ❖ **سلانوالی**: محمد عبدالوہاب ❖ **کوئٹہ**: منذر سبطین، عبیرہ نعیم، مناہل ادریس ❖ **تربت**: محمد اکرم یوسف، بلال محمد یاسین، رضا شاہ مراد ❖ **گوادر**: سہیل نصیر احمد ❖ **اوتھل**: نبیلہ قمر اللہ بلوچ، نادیہ نذر محمد رونجہ ❖ **اوستا محمد**: مصطفیٰ مجبور بھنگر ❖ **وندر**: محمد ہارون خاکوانی ❖ **کوٹلی**: محمد جواد چغتائی ❖ **بھمبر**: طلحہ شبیر ❖ **پشاور**: حورین ❖ **زروبی**: تحسین کرن ❖ **مٹھا خیل**: قاری شعیب عالم سرحدی ❖ **ایبٹ آباد**: عثمان خان جدون ❖ **پتھیل**: حامد نسیم۔ ☆

جوابات معلومات افزا - ۱۷۰

یہ سوالات فروری ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب نے آپؐ کی پرورش کی تھی۔

۲۔ جنگ تبوک سنہ ۹ ہجری میں لڑی گئی۔

۳۔ پاکستان میں یکم جنوری ۱۹۶۱ء سے اعشاری سکوں کا نظام رائج ہے۔

۴۔ سلطان محمود غزنوی اپنے والد امیر سبکتگین کی وفات پر بادشاہ بنے۔

۵۔ لاہور میں شیش محل مغل بادشاہ شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔

۶۔ مشہور شاعر ساحر لدھیانوی کا اصل نام عبدالحئی تھا۔

۷۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں کمیونسٹ انقلاب آیا تھا۔

۸۔ تارپین کا تیل صنوبر کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

۹۔ واٹر پولو کی ایک ٹیم میں سات کھلاڑی ہوتے ہیں۔

۱۰۔ رومن ہندسوں میں ۹۰۰ کے عدد کو انگریزی حروف CM سے ظاہر کرتے ہیں۔

۱۱۔ ''شیریں'' فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے میٹھا۔

۱۲۔ ''یادوں کی برات'' جوش ملیح آبادی کی سوانح حیات ہے۔

۱۳۔ خلجی خاندان کے پہلے بادشاہ جلال الدین خلجی، علاء الدین خلجی کے چچا تھے۔

۱۴۔ سابق کرکٹر حنیف محمد کو ''لٹل ماسٹر'' کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ مشہور و مقبول سماجی بھلائی کی تنظیم ایدھی فاؤنڈیشن کے بانی جناب عبدالستار ایدھی ہیں۔

۱۶۔ مشہور شاعر سوداؔ کا ایک شعر یہ ہے:

سوداؔ خدا کے واسطے کر قصہ مختصر　　اپنی تو نیند اُڑ گئی تیرے فسانے میں

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

⊙ **کراچی:** افضال احمد خان، ہانیہ شفیق، سمعیہ عارف علی، انشراح ریحان عقیل، سید محمد زین العابدین، سدرہ سہیل ہنگورا ⊙ **حیدرآباد:** مرزا فرحال بیگ ⊙ **ٹمیاری:** عبدالرزاق سموں ⊙ **ٹنڈو محمد خان:** معاذ احمرارشاد ⊙ **جیکب آباد:** محمد ارشد ٹالانی بلوچ ⊙ **لاہور:** امتیاز علی ناز، سعدیہ جوہر ⊙ **وزیرآباد:** محمد وسیم عارف ⊙ **سرگودھا:** عاتکہ عارف خواجہ ⊙ **کوئٹہ:** شذریٰ احمد ڈار۔

١٦ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

⊙ **کراچی:** محمد وقاص سومرو، فیضان حنیف، سید بلال حسین ذاکر، سید محمد انتصار حسن، محمد سکندر خان الھدیٰ، مطہرہ ناصر، محمد عارف بخش راجپوت، وقار احمد بوزدار بلوچ، سلمان یوسف، عریبہ دلشاد خانزادہ، عمارہ ندیم، عشبہ خان، حیاء ندیم، عابیہ ضیاء، محمد وہاج شریف، مائرہ خان، ثمر مفتی، یوسف مفتی، خدیجہ موسوی، حبیبہ حفیظ، ثمرہ حفیظ، سید محمد طیب، سعد جہانگیر زبیری، طوبیٰ جہانگیر زبیری، سید محمد محسن، سیدہ زہرہ امام، شاہ محمد مظہر عالم، شاہ محمد ازھر عالم، شاہ بشریٰ عالم، ارسہ جاوید، محمد آصف انصاری ⊙ **حیدرآباد:** عائشہ احتشام، آصف کریم، طٰہٰ یاسین ⊙ **بھٹ شاہ:** ایم حارث ارسلان انصاری ⊙ **ٹمیاری:** بابر عبدالرحمان سموں ⊙ **مکلی:** تیمور جاوید، الضحیٰ فاطمہ، عائشہ بی بی، اُم کلثوم، وجیہہ جاوید، اقصیٰ احمد، سوہل قریشی ⊙ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ راجپوت ⊙ **سکھر:** اسماء طفیل ⊙ **جیکب آباد:** ظہیر ٹالانی بلوچ، محمد زاہد ٹالانی بلوچ، عبداللہ ٹالانی ⊙ **ٹنڈو آدم:** رومیسہ امجد انصاری ⊙ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ⊙ **سنجھورو:** رانا مبین حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، محمد امین سیف الملوک، خالدہ عبدالقدوس ⊙ **لاہور:** قراۃ العین قاضی، حرا یاسمین، نوشین ایوب ⊙ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ اکوثر ⊙ **ڈیرہ غازی خان:** سعدیہ اختر ⊙ **جہانیاں (خانیوال):** عیشہ نوید رندھاوا ⊙ **واہ:** ارسلان شفیق ⊙ **راولپنڈی:** فصیح شبیر، محمد حسن ساجد ⊙ **ذروبی:** تحسین کرن ⊙ **کوٹلی:** شہریار احمد چغتائی۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** فاطمہ علی، محمد راشد خان کشمیری، محمد عمیس بابر، عروبہ امتیاز خان، محمد طاہر انصاری، عنبر شمس، ایمن تنویر، راشد عالم، طاہرہ مشتاق مہر، مصباح رئیس احمد خان، محمد طلحہٰ اقبال خان، سید عفان علی جاوید، سید باذل علی اظہر، سیدہ عفیفہ جاوید، سیدہ شہطل علی اظہر، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ مریم محبوب ◉ **حیدرآباد:** سیدہ حفصہ معروف ◉ **سانگھڑ:** ثناء پرویز رندھاوا، عطیہ بانو، منیب احمد رندھاوا، محمد افضل رندھاوا، عابد حسین رندھاوا، توشیبا الطاف، اشوک کمار حیدر ◉ **میرپور خاص:** نازش اکرم، عاصمہ عبدالحمید راٹھور، جبین سروش ◉ **سرھاری:** محمد حسان خالد حسین خانزادہ ◉ **شہداد پور:** راشد علی عمرانی، عنایت علی صدیقی ◉ **سکھر:** دلشاد انصاری ◉ **لاہور:** ارمغان الرحمان، عشال صفدر ◉ **اوکاڑہ:** بشریٰ غفار ◉ **علی پور چٹھہ:** محمد حویرث نور ◉ **اسلام آباد:** محمد نعمان شفیع ◉ **رحیم یار خان:** شیخ محمد مبشر سلیم، انیلا شاہین ◉ **ساہین پال شریف (منڈی بہاؤ الدین):** محمد وجدان خضر نوشاہی ◉ **سرگودھا:** محمد شعیب مصطفےٰ، محمد بلال شاہد ◉ **کالا گجراں (جہلم):** محمد افضل ◉ **پشاور:** انیب آفتاب ◉ **پیتھل (ایبٹ آباد):** حامد نسیم۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** حافظ سید حسن شموئیل، نجاح ابراہیم، زینت فاطمہ، عروبہ انعم مجید، یسریٰ مریم، فرح ناز ◉ **حیدرآباد:** محمد اُسامہ انصاری ◉ **ٹنڈو جان محمد:** (**میرپور خاص**): عفت سمیع ◉ **ٹنڈو میر علی (خیرپور):** عابد علی آرائیں ◉ **سکھر:** صائمہ علی شاہد راجپوت ◉ **سکرنڈ:** عبدالصمد جاوید ◉ **محراب پور:** سرمد صابر علی انبالوی ◉ **سرھاری:** غلام سرور بروہی ◉ **راولپنڈی:** ملک محمد ابوبکر، رابیل حنا ◉ **جہانیاں:** محمد علی بلال ◉ **کبیر والا:** اُسامہ طیب ◉ **دریا خان:** راحیلہ حیات نیازی ◉ **پنڈدادن خان:** سیدہ مبین فاطمہ عابدی۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** بینش ظریف، انشراح یاسر انصاری، محمد کاشان اسلم، حاسن یاسر انصاری، حافظ عبدالصمد، سندس آسیہ، سیف الرحمان، حافظہ سیدہ طیبہ فاطمہ، فراز وہاب انصاری، اُمِ ھانی منصور، سندس شیراز،

شاداب ریاض، سید طیب رفیع، مہک کامران ◉ **حیدرآباد:** تبسم محمد لطیف، محمد اُسامہ حبیب، محمد ارباب بیگ ◉ **سانگھڑ:** جویریہ فریاد علی رحمانی ◉ **جھڈو:** انیدہ محمد اکرم ◉ **گھوٹکی:** خوشبخت، زویا، احسان، حسنین، دعا، سعد، اُسامہ، محمد علی ◉ **لاڑکانہ:** نبی بخش ابڑو ◉ **لاہور:** رافعہ سہیل، نیہا احمد ◉ **پائی خیل:** شیر محمد ◉ **اسلام آباد:** اقصیٰ چغتائی ◉ **واصو:** محمد عمر حسن ◉ **تربت:** رضا شاہ مراد ◉ **بھمبر:** اسد شبیر، سعد شبیر۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** طوبیٰ رضا، حافظہ بسمہ قاضی، حاشر علی خان، احدیہ خان غوری، حسام توقیر، عائشہ خان، حلیمہ سعدیہ، نوال صدیقی، حفصہ محمود، مریم رحمان، تنزیلہ ممتاز، نوید احمد، سید محمد عدیل، فاطمہ شفقت، انعم انور شہزاد ◉ **حیدرآباد:** مصباح عارف علی ◉ **ٹنڈو الہیار:** درشہوار محمد رضوان مغل ◉ **میرپور ساکرو:** مریم کومل عبدالصمد خان کاکڑ ◉ **ھلانی:** شاہ زیب، یاسر محمود ◉ **روہڑی:** ماہ نور جمشید خان، شاہ نور جمشید خان ◉ **ٹنڈو جان محمد:** کنول عبدالستار ٹالپر ◉ **سکھر:** عمیر عبدالستار ◉ **اسلام آباد:** شبانہ بشیر ◉ **سمبڑیال:** محمد اسد بلال ◉ **کالا گجراں:** ہارون الرشید ◉ **جھنگ:** محمد ابوبکر جبار ◉ **ملتان:** عمر دراز نوناری ◉ **ڈیرہ غازی خان:** عائشہ صادق ◉ **فیصل آباد:** امل احسان ◉ **چکوال:** رخشاں حیدر ◉ **کوئٹہ:** عبیرہ نعیم۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** نائمہ علی، زریشاء کنول عطاریہ، ارم اعجاز شیرازی ملتانی، السا طارق، سہیل احمد بابو زئی، روزینہ شریف، سمین احمد، وقار الحسن، واجد نگینوی، سید محمد اتقیٰ حسین جعفری، کرن شبیر، بسمہ آصف محمود، ارم نسیم خان ◉ **دربیلو:** محمد یوسف سولنگی ◉ **لاہور:** غالیہ ارم ◉ **سانوالی:** محمد عبدالوھاب ◉ **بہاول نگر:** عروج علی ◉ **کلورکوٹ:** سدرہ وحید ◉ **وندر:** محمد عمران ◉ **مٹھا خیل:** قاری شعیب عالم سرحدی۔

☆☆☆

نونہال لغت

حمیت	حَ مِ یْ یَ ت	شرم۔ غصہ۔ جوش۔ نفرت۔
مروت	مُ رَ وْ وَ ت	لحاظ۔ رعایت۔ اخلاق۔ انسانیت۔
خوگر	خُو گَ ر	لفظ ''خوگیر'' تھا۔ معنی: عادی۔ جس کو کسی کام کی عادت پڑ گئی ہو۔
مفاد	مَ فا د	فائدہ۔ نفع۔
نصب	نَ صْ ب	کھڑا کرنا۔ برپا کرنا۔ قائم کرنا۔ لگانا۔ گاڑنا۔
انتشار	اِ نْ تِ شا ر	تتر بتر ہونا۔ پھیلنا۔ پریشانی۔ گھبراہٹ۔
رابطہ	رَ ا بِ طہ	تعلق۔ لگاؤ۔ میل ملاپ۔ قربت۔ رشتے داری۔
پختہ	پُ خْ تہ	پکا۔ قوی۔ مضبوط۔ پکا ہوا۔ پورا۔ بوڑھا۔ دانا۔
منمنانا	مِ نْ مِ نا نا	ناک میں بولنا۔ منمنانا۔
پالا پڑنا	پا لا پَ ڑْ نا	واسطہ پڑنا۔ برف پڑنا۔ کُہر پڑنا۔ نہایت سردی ہونا۔
کچومر نکلنا	کَ چُو مَ رْ نِ کَل نا	خوب کچلنا۔ بھرکس نکالنا۔ خوب پیٹنا۔ تباہ کر دینا۔
مسیحا	مَ سِی حا	حضرت عیسیٰؑ کا لقب، جو بطور معجزہ مُردے کو زندہ کر دیتے تھے۔ معالج کو بھی کہہ دیتے ہیں۔
خودساختہ	خُ دْ سا خْ تہ	اپنا بنایا ہوا۔ گھڑا ہوا۔
باغی	با غِ ی	بغاوت کرنے والا۔ سرکش نافرمان۔ فسادی۔
معطر	مُ عَ طْ طَ ر	خوش بودار۔ خوش بو میں بسا ہوا۔
چرچا	چَ رْ چا	ذکر۔ تذکرہ۔ صلاح۔ گفتگو۔ شہرت۔
کاش	کا ش	کلمۂ افسوس۔ خواہش۔ تمنا۔ آرزو۔ یعنی خدا کرتا تو کیا اچھا ہوتا۔

داغ تو اچھے ہوتے ہیں
Surf excel
removes stains 10/10
بچے کھیلتے اچھے لگتے ہیں۔ کھیل رُک جائے تو آپ داغ نہیں اِن کی خوشی دیکھتے ہیں۔
LOWE & RAUF

توانائی۔ تازگی۔ بھرپور مزا
پھلوں کے اصلی رس سے بھرا
Shangrila Naturals
Fortified Energy
Apple Juice
Mango Juice
It's
FRUIT
JUICE
with real tree-top goodness
Shangrila
Naturals
www.shangrila.com.pk